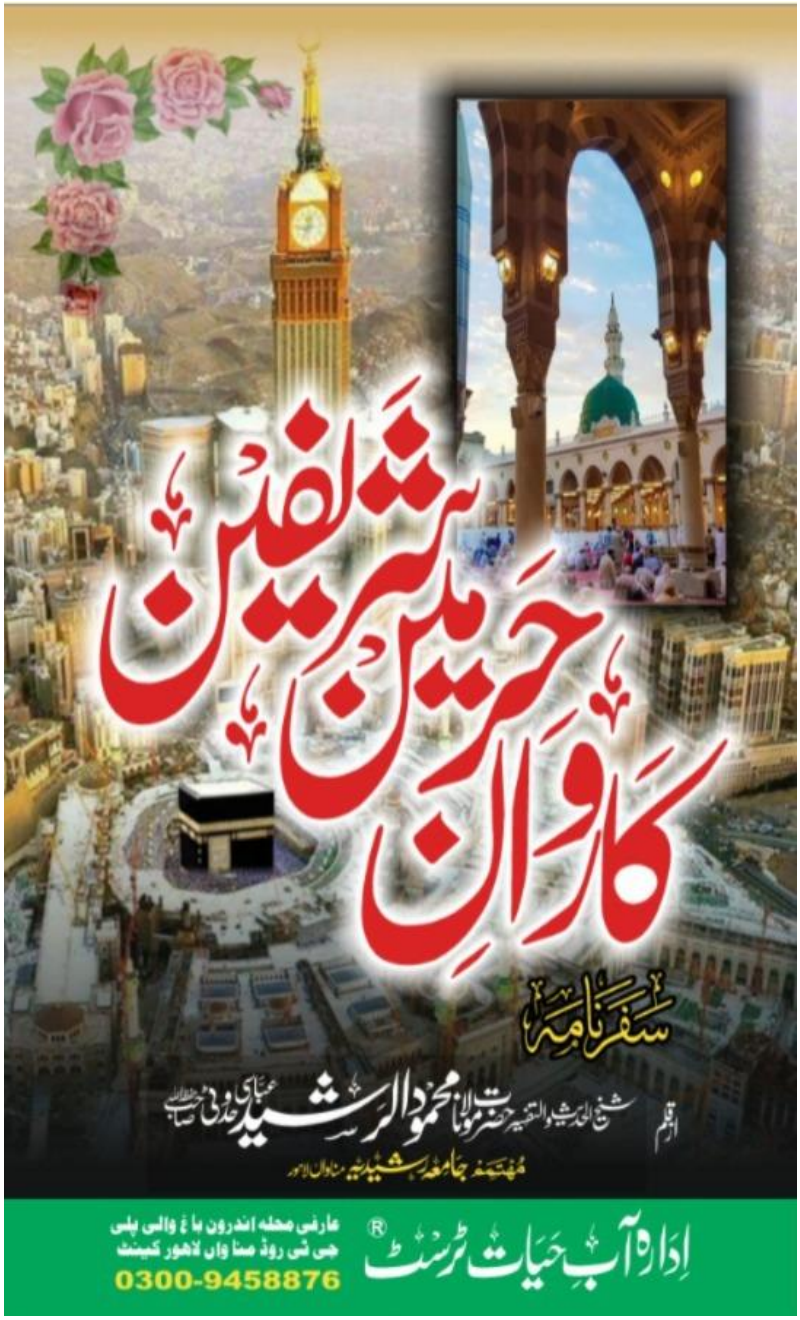

کاروانِ حرمین شریفین
سفر نامہ
از قلم
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ ®
عارفی محلہ اندرون باغ والی پلی
جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-9458876

ماہنامہ آبِ حیات لاہور AAB-E-HAYAT
جلد: ۲۴ شمارہ: ۹ ستمبر ۲۰۲۴ء

کاروانِ حرمین شریفین

سفرنامہ: اگست 2008

تالیف
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمود الرشید عباسی حدوٹی صاحب حفظہ اللہ

حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ منورہ) کے ایک روحانی سفر کی خوبصورت رُوداد، جس میں زائرِ حرمین شریفین نے اِیمانی جذبات کے اتھاہ سمندر میں غرقاب ہوکر مشتاقانِ زیارت حرمین شریفین کے لیے گوہرہائے آبدار کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے سپردِ قرطاس کیا ہے، اس میں حرم مکی اور حرم مدنی کی یادیں سموئی گئی ہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مضافات میں موجود زیارات سے متعلق اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں، قرآنی ارشادات و نبوی فرمودات سے مزین ایک عمدہ کتاب

الجامعۃ الرشیدیہ
عارفی محلہ، غوث گارڈن فیز ۲ جی ٹی روڈ، مناواں لاہور کینٹ

ماہنامہ آب حیات لاہور، ستمبر ۲۰۲۴ء۔ طباعت اول ۲۰۱۰ء طباعت دوم ستمبر ۲۰۲۴ء

مشمولات

پیش لفظ، طباعت دوم

بِسمِ اللهِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی مَن اُرسِلَ اِلَی الخَلقِ کَافَّۃً ،وَجَعَلَہُ رَحمَۃً لِّلعَالَمِینَ ،وَجَعَلَ مَولِدَہُ مَکَّۃَوَمَبعَثَہُ، وَمُھَاجَرَہُ طَیبَۃً وَاَنزَلَ الکِتَابَ عَلَی قَلبِہٖ،ھُوَخَاتَمُ النَّبِیّینَ لَانَبِیَ بَعدَہُ اِلَی یَومِ الدِّینِ،اَمَّابَعدُ

”کاروان حرمین شریفین“اس مبارک سفر کی روداد ہے جو آج سے قریباً چودہ سال پہلے اگست ۲۰۰۸ء میں ہوا تھا، یہ سفر مبارک حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کا تھا، اس سفر مبارک کے احوال واپسی پر قلم بند کیے گئے تھے، جو نوٹ بک اپنے ہمسفر تھی وہ تو مدینہ طیبہ میں کسی خوش نصیب کے مبارک ہاتھوں میں پہنچ گئی، معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں اور کس حالت میں ہوگی، لیکن مجھے یہ سفر نامہ واپسی پر سپرد قرطاس کرنا پڑا۔

ازیں بعد اپنی زیر ادارت زیور طباعت سے مزین ہونے والے ماہوار رسالہ ماہ نامہ آب حیات میں باالاقساط وہ ساری روداد سفر طبع ہوئی، پھر مستقل کتاب کی شکل میں بھی منصہ شہود پہ جلوہ گر ہوئی، اب ضرورت محسوس ہوئی کہ ”کاروان حرمین شریفین“ کو ایک بار پھر طباعت کا جامہ پہنایا جائے، تاکہ زائرین حرم اس سے پھر مستفید ہو سکیں۔

اس بار عربی عبارات پر اعراب لگادیے گئے ہیں، جہاں پہلے ایڈیشن میں عربی عبارات کا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا وہاں اب ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ وہ بار بار ہمیں حرمین شریفین کی زیارت سے سرفراز فرماتے رہیں، حرم مکی اور حرم مدنی کی برکات سے ہم سب کو مالا مال کرتے رہیں، حرمین شریفین کی زیارت سے ایمان وایقان کو جلا ملتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان وایقان کی حفاظت فرمائے، ہمیں دارین کی سعادتیں نصیب کرے۔

خادم اسلام، **محمود الرشید حدوٹی**

۲۹ جولائی ۲۰۲۴ء بروز منگل علی الصبح

پیش لفظ، طباعتِ اول

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

کاروان حرمین شریفین ایک مقدس، نورانی اور بابرکت سفر کی کہانی ہے، جسے مقبول ترین قومی ایوارڈیافتہ میگزین ماہنامہ آب حیات لاہور میں کئی اقساط میں شائع کیا جاچکا ہے، چونکہ اس سفر نامہ کی قسطیں ماہ بہ ماہ تحریر کی گئیں پھر زیور طباعت سے آراستہ کی گئیں، کچھ احباب کے مطالعہ کی میز پر ایک قسط ہے تو دوسری غائب، دوسری ہے تو تیسری غائب، سوائے ان احباب کے جن کے پاس آب حیات کا مکمل ریکارڈ ہے، کسی کے پاس کاروانِ حرمین شریفین کی مکمل سرگزشت نہیں ہے، اس لیے محسوس کیا گیا کہ یہ خوب صورت سفر نامہ کسی نہ کسی طرح شائع ہو جانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال ہوئی، ربیع الاول میں آب حیات عرصہ دس سال سے ایک خصوصی اشاعت پیش کرتا ہے، اس سال اس عظیم سفر نامے کو یکجا شائع کرنے کی توفیق مل گئی، چونکہ ربیع الاول میں آپ ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ جس عظیم مہینے میں پیدا ہوئے اسی عظیم مہینے میں آپ ﷺ کی دھرتی کا تذکرہ بھی کیا جائے جہاں آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے تریسٹھ سال گزارے۔

تو کاروان حرمین شریفین ایک سفر نامہ ہے، جس میں مکہ اور مدینہ میں بیتے چند خوشگوار لمحات کا تذکرہ ہے، زائرین کے دلی احساسات، خیالات اور جذبات کی عکاسی ہے، زائر حرمین کے دلی احساسات، خیالات اور جذبات کی عکاسی ہے، زائر حرم نے جو دیکھا اسے سپرد قرطاس کر دیا، جو محسوس کیا اسے لوح قلب سے نوک قلم پہ لے آیا، اس ضمن میں انتہائی اہم معلومات افزا واقعات، حرمین شریفین سے متعلق یادیں قلم بند کی گئیں، اللہ تعالیٰ اس فقیرانہ سی کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔

خادم اسلام، **محمود الرشید حدوٹی**

۱۵ فروری ۲۰۱۰ء

مبارک سفر کا اِجمال

اللہ تعالیٰ نے ۲۰۰۸ء میں حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائی، ۲۴ اگست ۲۰۰۸ء سے ۱۰ ستمبر ۲۰۰۸ء تک اللہ تعالیٰ نے اسی پاکیزہ سفر میں مصروف رکھا، ۲۵ اگست کی رات بیت اللہ شریف کا دیدار کروایا، طواف کی سعادت بخشی، صفااور مروہ کی سعی نصیب فرمائی، رمضان المبارک میں ائمہ حرمین کی اقتدا میں بیس تراویح باجماعت ادا کرنے کی سعادت مرحمت فرمائی۔

غارِ ثور، غارِ حرا، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، جبلِ رحمت، مسجد جن، جنت المعلیٰ، روضہ نبوی، مسجد نبوی، جبل اُحد، رُماۃ، مسجد قباء، مسجد قبلتین اور جنت البقیع میں حاضری ہوئی، اللہ اللہ ان مقامات کے ساتھ مسلمانوں کی کیا شاندار یادیں وابستہ ہیں؟ ان مقامات پہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے پاک قدم لگے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک قدم لگے، ان مقامات پہ وحی الٰہی کانزول ہوا، قرآن کریم اترا۔

غار حرا میں پہلی وحی آئی، غار ثور میں دشمنان اسلام کی ناپاک سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے روپوش ہوئے تھے، جبل رحمت کے دامن میں سخت چلچلاتی دھوپ میں اپنی امت کے لیے چار گھنٹے مسلسل دعائیں کیں، طائف کے سفر سے واپسی پر آپ ﷺ مقام نخلہ میں قیام فرما ہوئے، ملک یمن نصیبین کے جنات کا ایک وفد اس مقام پہ پہنچا ہوا تھا، جس نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن کی تلاوت سنی اور مسلمان ہو گیا تھا، یہ مسجد جن اسی عظیم الشان واقعہ کی یاد دلاتی ہے، جنت المعلیٰ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد کی، اعزہ و اقارب کی قبریں ہیں۔

مدینہ شریف مکہ مکرمہ سے پانچ گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے، جہاں ہمارے نبی ﷺ کی مسجد ہے، جسے مسجد نبوی ﷺ کہا جاتا ہے، اس کے پہلو میں روضہ نبوی ہے، جہاں آقا مدنی ﷺ آرام فرما ہیں، آپ کے دو دوست حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آرام فرما ہیں، مدینہ میں جبل احد ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا تھا، یہاں جبل رماۃ ہے جس پر تیر اندازوں کو درّہ نہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا، یہاں ایک خندق ہے جو اپنے پیارے دیس کے دفاع کے لیے کھودی گئی تھی، یہاں مسجد قباء بھی ہے جس میں دو رکعت ادا کرنا

عمرہ ادا کرنے کے برابر ہے، یہاں مسجد قبلتین ہے، جس میں بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا، یہاں جنت البقیع بھی ہے جس میں خوش نصیب شخص ہی دفنایا جاتا ہے، جس کی سفارش قیامت والے دن ہمارے نبی ﷺ فرمائیں گے۔

مکہ میں کعبہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، مسلمانوں کے دلوں میں اس کی اہمیت اور عظمت ہے، اسے بیت اللہ الحرام کہا جاتا ہے، اسے امن وسلامتی کی جگہ بنایا گیا ہے، یہاں کسی مسلمان کو، کسی کافر کو قتل نہیں کیا جاسکتا، یہاں تو مسلمان کو امان ہے ہی کافر کو بھی امان ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی اس گھر کا احترام تھا، ایک دوسرے کو کچا چبانے اور خون کے پیاسے بھی جب اس گھر میں ایک دوسرے کو دیکھتے تو ایک دوسرے پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، خانہ کعبہ اللہ کا پسندیدہ گھر ہے، اسے لق ودق بیابان میں بنایا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑوس میں رہنے والوں کو رزق پہنچانے کا بہترین انتظام کیا ہے، ملک عرب ڈھائی ہزار سال تک جاہلیت کے باعث بدامنی اور بے سکونی کا مرکز بنا رہا، اس کے باوجود کعبہ اور اطراف کعبہ کا ہی ایک خطہ اس دھرتی پہ ایسا تھا جس میں امن وسکون قائم رہا، کعبہ کی برکت کے باعث سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینے ایسے تھے جن کی بدولت پورے ملک میں امن رہتا تھا۔

رب العالمین نے قرآن حکیم میں واضح فرمایا کہ بیت اللہ دنیا کی عبادت گاہوں میں پہلی عبادت گاہ ہے، دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ یہ گھر برکت والا ہے، تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ یہ پورے جہان کے لیے ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ ہے، آدم علیہ السلام کو حضرت جبریل کے ذریعے حکم دیا گیا تھا کہ وہ عبادت کے لیے کعبہ بنائیں، سب سے پہلے انسان نے سب سے پہلا اللہ کی عبادت کے لیے گھر بنایا، پھر انہیں حکم ملا کہ وہ اس گھر کا طواف بھی کریں، آدم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک کعبۃ اللہ موجود رہا، طوفان نوح آیا تو کعبۃ اللہ کے آثار ونشانات مٹ گئے تھے، اس کے بعد حضرت سیدنا ابراہیم نے انہی بنیادوں پر اسے دوبارہ تعمیر کیا، پھر ایک مرتبہ خانہ کعبہ ایک حادثہ میں منہدم ہوا تو قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اسے تعمیر کیا، پھر ایک عرصہ بعد منہدم ہوا تو قوم عمالقہ نے اسے تعمیر کیا، پھر منہدم ہوا تو رسول اکرم ﷺ

کے زمانہ میں قریش نے اسے تعمیر کیا، اس تعمیر میں ہمارے نبی ﷺ بھی شریک ہوئے تھے، حضرت نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے نصب فرمایا تھا، قریش نے حضرت ابراہیم کی تعمیر سے تھوڑا ساہٹ کر بیت اللہ کا ایک حصہ علٰیحدہ کیا جسے حطیم کہا جاتا ہے، ابراہیم نے اس کے دو دروازے رکھے تھے، قریش نے ایک کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ سے اس آرزو کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ وہ ابراہیم کی تعمیر کی طرح بیت اللہ کو تعمیر کرنا چاہتے ہیں، قریش کے تصرفات کی درستگی کر دوں، مگر آپ ﷺ نے نو مسلموں میں غلط فہمیاں پیدا ہونے کے ڈر سے جوں کا توں رہنے دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے چند روزہ حکومت دی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس آرزو کو پورا کیا، کعبۃ اللہ کو حضور ﷺ کی خواہش کے مطابق بنا دیا، مگر حجاج بن یوسف نے انہیں شہید کر دیا اور ان کی یادوں کو ختم کرنے کے لیے اس طرح تعمیر کیا جس طرح حضور ﷺ کے زمانے میں تھا، اس کے بعد کچھ مسلمان حکمران اس کوشش میں تھے کہ خانہ کعبہ کو حدیث رسول اللہ کے مطابق بنا دیں، مگر حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا تھا کہ خانہ کعبہ کا بار بار انہدام اور تعمیر آنے والوں کے لیے مشکلات پیدا کر دے گی، یوں خانہ کعبہ نئے آنے والوں کے لیے ایک کھلونا بن جائے گا، چنانچہ اس کے بعد حجاج بن یوسف کے زمانے والی تعمیر ہی باقی ہے، البتہ ترمیم اور مرمت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی تعمیر ہوئی، دونوں کی تعمیر ابراہیم نے کی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء پر بھی دوبارہ بیت المقدس کو تعمیر کیا تھا، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے بڑے فضائل موجود ہیں، مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں ہے، مسجد اقصیٰ فلسطین میں ہے اور مسجد نبوی مدینہ شریف میں ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھر میں نماز ادا کرے اسے ایک نماز کا ثواب ملے گا، جو محلے کی مسجد میں ادا کرے اسے پچیس نمازوں کا ثواب ملے گا، جو جامع مسجد میں ادا کرے تو اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملے گا، جو شخص مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرے تو اسے ایک ہزار نماز کا ثواب ملے گا، میری مسجد (مسجد نبوی) میں جو ایک نماز ادا کرے گا اسے پچاس

ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص مسجد حرام میں نماز ادا کرے گا اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔

طبقات کبریٰ میں ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی، سب سے پہلا طواف فرشتوں نے کیا، سب سے پہلے مٹی اور پتھر سے اس کی تعمیر شیث علیہ السلام نے کی، سب سے پہلے کعبہ کی دیوار سعد بن سہل نے بنائی، سب سے پہلے بیت اللہ کی تجدید قصی بن کلاب بن مرہ نے کی، سب سے پہلے خانہ کعبہ کو غلاف قباطی پہنایا گیا، جو کتان (کاٹن) کا بنا ہوا تھا، سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دو چادروں میں خانہ کعبہ کو ظاہر کیا، سب سے پہلے مامون الرشید نے سفید ریشم میں خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا، سب سے پہلے ولید بن عبد الملک نے سنگ مرمر کا فرش لگوایا، سب سے پہلے ریشم کا غلاف حضرت عباس بن عبد المطلب کی والدہ نتیلہ بنت خباب نے پہنایا، ایک دفعہ حضرت عباس چھوٹی عمر میں گم ہو گئے، اس پر ان کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر ان کا بیٹا مل گیا تو وہ خانہ کعبہ کو ریشم کا غلاف پہنائے گی۔

خانہ کعبہ کے چار گوشے ہیں، ایک کو رکن شامی، ایک کو رکن عراقی، ایک کو رکن یمانی اور ایک کو حجر اسود کہا جاتا ہے، حجر اسود ایک سیاہ پتھر ہے جو دنیا کا نہیں بلکہ جنت سے آیا ہے، طواف کی ابتدا اسے بوسہ دینے یا استلام سے ہوتی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حجر اسود جنت سے اترا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا، ابن آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق حجر اسود اس زمین پہ اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے، جس کا بندہ اس طرح مصافحہ کرتا ہے جیسے اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے، ابن عباس ہی کے مطابق اللہ تعالیٰ قیامت والے دن حجر اسود کو اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی، اس کی زبان ہو گی، دو ہونٹ ہوں گے جو قیامت والے دن ان لوگوں کی گواہی دیں گے جنہوں نے اس کا استلام کیا ہو گا، آج اس حجر اسود کے پاس مردوں اور عورتوں کا سخت ہجوم ہوتا ہے، ایک دوسرے کو دھکّے دے کر اس کا بوسہ لینے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے۔

رکن یمانی کو چھونے سے خطائیں مٹ جاتی ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، یہاں تک کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو جاتا تھا، ان سے اس بارے

میں پوچھا گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا کہ رکن یمانی کو ہاتھ لگانا خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ رکن یمانی پہ اپنا رخسار رکھ دیتے تھے، جنت طلب کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے، جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو رکن یمانی پہ پہنچ کر اپنے ہاتھ کو روک لیتے تھے پھر اس پر پھیرتے تھے، لوگوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے حضرت جبریل کو رکن یمانی کے پاس دیکھا انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا، پھر چل پڑے، میں اسے پسند کرتا ہوں کہ ایسا کیے بغیر حجر اسود کی سمت بڑھوں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اس وقت سے اس وقت تک جب اپنے گھر کو اٹھالے گا رکن یمانی پہ ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو رکن یمانی کا استلام کرے اور اس کی طرف اشارہ کرے پھر کہے

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَةً وَّفِی الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

تو یہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور فرشتہ کی آمین قبول کی جاتی ہے، رسول اکرم ﷺ رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اس پر رکھتے تھے۔

بیت اللہ شریف کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان والی جگہ کو ملتزم کہا جاتا ہے، حجر اسود پہ ہجوم کی طرح ملتزم پہ بھی سخت اژدھام ہوتا ہے، یہاں خوب زاری کی جاتی ہے، یہاں پہ دعائیں قبول ہوتی ہیں، قرآن وحدیث کے ارشادات سے اس بات کی اطلاع نہیں ملتی مگر بزرگوں کے تجربات بتاتے ہیں کہ یہاں مانگی جانے والی دعاء رد نہیں ہوتی۔

کعبۃ اللہ کے ساتھ گول سی مختصر دیوار کے اندر حطیم ہے، جس میں خانہ کعبہ کی چھت کا پرنالہ (میزاب رحمت) گرتا ہے، یہ کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، اس میں نماز پڑھنا بیت اللہ کے اندر نماز ادا کرنا ہے، حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ اس میں داخل ہو کہ یہ بیت اللہ کا حصہ ہے، ایک بار حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوئے تھے۔

بیت اللہ سے کچھ فاصلے پر مقام ابراہیم ہے، اس پر نماز پڑھنے کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے، طواف کرنے کے بعد یہاں دو رکعت نفل ادا کیے جاتے ہیں، سنہری رنگ کی ایک خوب صورت جالی ہے، جس میں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے

ہو کر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا، اس پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں، اسے دیکھنے اور اس کے قریب نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اسے چومنا یا بوسہ دینا ممنوع ہے۔

نوافل ادا کرنے کے بعد زمزم پیا جاتا ہے، یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی لگنے سے نکلا تھا، یہ صفا اور مروہ کے قریب ہے، ان دو پہاڑیوں پہ حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے، ان کی یاد میں صفاء و مروہ کی سعی کی جاتی ہے اور یہ آبِ شفا جس کو زمزم کہا جاتا ہے نوش جاں کیا جاتا ہے، آبِ زمزم ہر اس چیز کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔

صفاء اور مروہ پر سخت ہجوم ہوتا ہے، اسی بناء پر سعودی حکومت نے اس میں توسیع کر کے سہ منزلہ تعمیر کر دی ہے، صفاء اور مروہ کے سامنے ایک لائبریری ہے جسے مکتبہ مکۃ المکرمہ کہا جاتا ہے، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے، سادہ سی عمارت مگر انوارات و جمالیات کا مرکز ہے، اس سے چند فٹ کے فاصلے پر ابو جہل کا گھر تھا، جہاں پیغمبر اسلام اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی سازشیں کی جاتی تھیں، آج ابو جہل کا بہت بڑا گھر بیت الخلاؤں کی شکل میں ہے، ابولہب کا مکان بھی قریب تھا جس کے نشانات تک مٹ چکے ہیں، ساتھ ہی وہ پہاڑی ہے جس پہ چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ شہر اور اس کے رہنے والوں کے لیے دعا مانگی تھی، ساتھ ہی وہ گھاٹی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بند کر دیا گیا تھا، منیٰ میں پہنچنے کے لیے حکومت سعودی عرب نے پہاڑ کاٹ کر سرنگیں بنادی ہیں، جن سے پیدل اور سوار لوگ بآسانی منیٰ پہنچ جاتے ہیں، اللہ ہمیں بار بار حرمین شریفین دکھائے۔ آمین

یہ اجمال ہے اس خوب صورت سفر نامے کا جس کی تفصیل آئندہ صفحات پہ آرہی ہے، یہ سفر مبارک صرف میرے آنے جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک مقامات پہ بیتے لمحات کا خوب صورت تذکرہ ہے، جسے میں نے قلم بند کیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

محمود الرشید حدوٹی

پاک دھرتی دیکھنے کا شوق

آرزوئیں، تمنائیں تو بہت دیر سے دل و دماغ میں اٹھکیلیاں کر رہی تھیں کہ مکہ میں جاؤں جہاں اللہ کا گھر موجود ہے، مدینہ حاضری دوں جہاں حضرت نبی عربی ﷺ آرام فرماہیں، مکے اور مدینے کے ارد گرد پھیلی ان مقدس زیارات کو دیکھوں جن سے اسلامی تاریخ کی روشن کرنیں پھوٹتی اور دیکھنے والے کو بہت کچھ کر گزرنے پر آمادہ و تیار کرتی ہیں، رہ رہ کر ان مقدس مقامات کو دیکھنے کا شوق بڑھنے لگا۔

تقریروں، تحریروں اور مسند تدریس پہ بڑے ادب سے ان مقامات کا نام لیا جاتا، توحید باری اور الہ العالمین کے سامنے سجدہ ریزی اور بت شکنی کے تذکروں میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں گزرا جس میں بیت اللہ کا ذکر نہ ہوا ہو، عشق مصطفی ﷺ میں ڈوبے جذبات سے جب ذکر مصطفی ﷺ ہوتا تو فرط محبت میں آنکھیں ڈبڈبانے لگتی تھیں، شعبان المعظّم میں جب طلباء کو مدارس عربیہ سے تعطیلات ہو رہی ہوتی ہیں اسی دوران مدارس میں اختتامی تقاریب زور پکڑتی چلی جاتی ہیں، مجھے بھی ان نورانی محافل میں بطور مقرر حاضری کا شرف ملتا ہے، اس بار جب میں نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے بڑے مفتی حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب کے قائم کردہ مرکز واقع رائے ونڈ روڈ پہ حاضری دی تو مجھے بھی خطاب کا وقت دیا گیا، وقت اگرچہ طولاً دس منٹ تھا لیکن میں نے دس منٹ عرضاً بھی بڑھا دیا۔

اس دوران میں نے جب عشق و محبت کی مستی میں فخر دوجہاں ﷺ کا ذکر خیر کیا تو حاضرین و سامعین نے دل کھول کر داد دی، بعد ازاں جامعہ اشرفیہ کے دو اساتذہ حضرت مفتی محمد زکریا صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب نے بھی حوصلہ افزائی کی، مفتی صاحب کہنے لگے کہ حدوٹی صاحب! کاش آپ کو مکہ اور مدینہ کی زیارت نصیب ہو جائے تو اس عشق و مستی کی کیفیت کچھ اور ہو گی، میں نے ان سے عرض کیا کہ ان شاء اللہ اس سال اللہ کی نگاہِ کرم سے دیدار حرم کی سعادت مل جائے گی۔

مارچ ۲۰۰۸ میں عمرے کی ادائیگی کے لیے پروگرام طے تھا، سفر خرچ بھی موجود تھا، میں نے والدہ ماجدہ کو بھی تیار کر لیا کہ وہ بھی اس مبارک سفر میں میرے ساتھ ہوں گی، ان کا شناختی

کارڈ اور پاسپورٹ بھی تیار کروالیا، مگر اچانک ہی ہمیں قیادہ شعبیہ عالمیہ لیبیا کی طرف سے دعوت نامہ مل گیا کہ افریقی ملک یوگنڈہ کے دارالحکومت کمپالا میں تاریخی مسجد کی افتتاحی تقریب میں شرکت کرنا ہے، چونکہ ۱۹مارچ ۲۰۰۸ء کو کمپالا کے نکوویبو اسٹیڈیم میں پروگرام طے تھا، اس لیے پاکستانی علماء کے وفد میں مجھے بھی یوگنڈہ جانا پڑ گیا۔

جو رقم عمرہ کے اخراجات کی خاطر موجود تھی وہ بھی نیکی کے کام میں استعمال ہو گئی، اب ہمت نہ رہی کہ عمرہ کیا جاسکے گا، اچانک رب العالمین کا غیبی نظام حرکت میں آیا، ٹھیک تین ماہ بعد یعنی جولائی ۲۰۰۸ء میں پھر سے عمرے کی تیاری شروع کر دی، یہ ایسا وقت تھا کہ بظاہر جانے کے لیے میرے پاس اخراجات نہیں تھے، اب تین ماہ پہلے کی نسبت مہنگائی کا زور بڑھ چکا تھا، ہوائی جہازوں کے ٹکٹ پہلے کی نسبت دو گنے ہو چکے تھے، پاکستانی روپے کی قدر میں پہلے سے زیادہ کمی آچکی تھی، اس کے باوجود قدرت کی رنگارنگی نے ہمت دی، میں نے اپنا اور والدہ صاحبہ کا پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور تصاویر جناب قاری وسیم احمد عباسی کے سپرد کر دیں۔

قاری وسیم احمد عباسی صاحب علیوٹ کے رہائشی ہیں، میرے عہد طفلی کے ساتھی ہیں، ہماری دعاء وسلام پچیس سال سے ہے، ہمارے مراسم کا دورانیہ بہت طویل ہے، قاری صاحب نے ایک سوال کیا؟ کہ آپ رمضان المبارک میں جانے کے خواہش مند ہیں یا ابھی؟ میں نے عرض کیا کہ رمضان المبارک میں زیادہ بہتر ہے، چنانچہ قاری صاحب نے رمضان میں جانے کی مناسبت سے ویزے لگوائے، وہ خود بھی ہمارے قافلے میں شریک تھے، ان کی ہونہار، سمجھدار سلیقہ شعاروفادار رفیقہ حیات بھی ان کے ہمراہ تھیں، یوں ہم چار لوگ اس کارواں میں شریک تھے جس کی امارت کا سہرا قاری وسیم صاحب کے سر پہ ہی سجایا گیا تھا۔

۷اگست ۲۰۰۸ کو سیفی ٹریول اسلام آباد کے توسط سے ویزہ لگوایا گیا، جب کہ روانگی کی اطلاع اگست کے درمیانی عشرہ کے اخیر میں ملی، ہمارا پروگرام تھا کہ ۲۷اگست کو روانہ ہوں گے، مگر زائرین کی کثرت اور ہوائی مسافروں کے ہجوم کے باعث ہمیں ۲۷اگست کی سیٹیں نہ مل سکیں، ہمیں ۲۴اگست کو جانا پڑا، قاری وسیم احمد عباسی صاحب نے روانگی سے صرف دو دن پہلے کنفرم خبر دی کہ ۲۴اگست کو ہی روانگی طے ہے، شام آٹھ بجے کی فلیٹ ہے۔

قاری صاحب کی اطلاع پر ہم نے انتہائی مختصر وقت میں سفر کی تیاری کی، دوست، احباب تو دور کی بات رشتہ داروں کے ساتھ بھی ملاقات نہ ہو سکی، بس گھر کے افراد سے ہی ملاقات ہوئی اور دعاء کے ساتھ ہم ۲۴ اگست کو ظہر کی نماز پڑھ کر گھر سے نکلے، حضرت والد صاحب نے ہمیں نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا، برادرم امجد اقبال عباسی، برادرم مولانا عبد السلام حدوٹی، برادرم نواز اللہ عباسی، برادرم محمد طارق عباسی، عزیز القدر عمار الاسلام عباسی ہوائی اڈے تک ہمارے ہمراہ تھے۔

قاری وسیم احمد عباسی صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ پہلے ہی ہوائی اڈے پہ پہنچ چکے تھے، محترم ندیم احمد عباسی، محترم کامران عباسی ہوائی اڈے پر ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے، ہمراہ آنے والوں کو سلام کرتے ہی ہم بین الاقوامی روانگی والے دروازے سے اندر داخل ہو گئے، جانچ پڑتال، تحقیق و تفتیش کے مراحل سے بسہولت گزر گئے، چونکہ برادرم ندیم اور کامران پی آئی اے میں کام کرتے ہیں، ان کی راہبری کی بدولت ہماری کافی الجھنیں سلجھتی چلی گئیں، ہم تمام مراحل سے گزر کر انتظار گاہ میں جا بیٹھے، کچھ ہی دیر بعد ہم نے وضوء کیا، احرام باندھے، اس کے بعد نوافل ادا کیے، پھر نماز عصر قصر ادا کی، مستورات کو بھی احرام کی ترتیب بتائی گئی، سامان سمیٹا اور بیگ ٹرالی میں منتقل کیا، اب ہم روانگی کے لیے ذہنی طور پر ہر لحاظ سے تیار تھے، ہماری ٹکٹ پر جہاز کی روانگی کا وقت ساڑھے سات کا لکھا تھا مگر جہاز تاخیر سے روانہ ہوا، اس لیے ہم نے نماز مغرب ہوائی اڈے کی مسجد میں ہی ادا کی۔

عشاء کی نماز سے پہلے ہمیں جہاز کی طرف روانگی کا پکارا ہوا، ہم خراماں خراماں جہاز کی سمت روانہ ہوئے، کسی قطار اور انتظار کے بغیر ہم اگلی سمت سے جہاز میں داخل ہوئے، داخل ہوتے ہی ہم جہاز کی دوسری منزل کی طرف چڑھے، چونکہ یہ جہاز E7409 جمبو جیٹ تھا، جو عام جہازوں کی نسبت ذرا مختلف تھا، اس کی دو منزلیں تھیں، خدا جانے اس میں کتنے مسافر سوار ہوتے ہیں بہر حال جتنے بھی مسافر تھے سب ہی سوئے حرم رواں تھے، اکثریت دو سفید چادروں میں ملبوس تھی، لبیک اللھم لبیک کے مبارک کلمات ان کی زبانوں پہ جاری تھے، عورتوں کی ایک معتدبہ تعداد بھی اس جمبو جیٹ میں سوار تھی۔

جہاز میں سوار ہوتے ہی ہم نے آیۃ الکری پڑھنا شروع کر دی، سفر کی دعاء اور دیگر وظائف کا ورد کیا، بیگ سے حج و عمرہ سے متعلقہ کتب نکالیں، کچھ دعائیں ان کتابوں سے یاد کرنا شروع کر دیں، ایک کتاب قاری صاحب کی اہلیہ محترمہ کے سپرد کی کہ والدہ صاحبہ کو اس میں سے پڑھ پڑھ کر سنائیں۔

چند لمحوں بعد جمبو جیٹ طیارہ رن وے پہ آگے چلنے کی بجائے اپنی عقبی سمت چلتا رہا، سیدھا ہوا اور آگے کی سمت چلنے لگا، رفتہ رفتہ اس کی رفتار تیز ہونے لگی، ہماری زبانوں پہ دعائیہ کلمات جاری ہو گئے، کچھ ہی لمحوں بعد جمبو جیٹ نے اڑان بھری اور زمین کو چھوڑ دیا، ہماری زبانوں پہ لبیک اللھم لبیک جاری تھا، جب جہاز فضاء میں سیدھا ہوا تو ہم نے اللہ کی تعریف کی جس نے اپنی قدرت سے اتنے وزنی جہاز کو ہوا کے دوش پہ اڑایا اور چلایا۔

فضاء میں جہاز سیدھا ہوا تو فضائی میز بانوں نے پی آئی اے کی روایتی سادگی کے ساتھ سادہ سا کھانا پیش کیا، کھانے سے پہلے نام خدا زبان پہ آیا، کھانے کے بعد اللہ کی تعریف، کھانے سے فراغت کے بعد ہم نے جمبو جیٹ کی دوسری منزل پہ رومال بچھایا اور نماز عشاء ادا کی، پھر ہماری زبانوں پہ وقفے وقفے سے تلبیہ جاری رہا، یاد خدا میں مصروف رہے۔

دوران پرواز جہاز انتظامیہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ آدھے گھنٹے بعد جہاز میقات سے گزرے گا، میقات ایسے مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے احرام کے بغیر آگے نہیں گزرا جا سکتا، اگر میقات سے احرام کے بغیر گزرا گیا تو گنہ گار ہو گیا، میقات سے بغیر احرام آگے بڑھنا ناجائز ہے، آدھ گھنٹے بعد اعلان ہوا کہ اب جہاز میقات سے گزرے گا، ان اعلانات کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے احرام نہیں باندھ رکھا وہ اب باندھ لیں۔

مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ حدود مقرر ہیں، ان کو حرم کی حدود کہا جاتا ہے، ان حدود کی مسافت مختلف ہے، مکہ سے مدینہ کی طرف تین میل تک حدود حرم ہے، جدّہ کی طرف دس میل ہے، طائف، عراق اور یمن کی طرف سات میل ہے اور جعرانہ کی طرف نو میل ہے، ان مواقیت کے باہر ساری دنیا آفاق ہے، ان کو آفاقی کہا جاتا ہے، ان مواقیت اور حدود حرم کے درمیان جو جگہ ہے اسے حِل کہا جاتا ہے، اس کے رہنے والوں کو اہل حل کہا جاتا ہے، حدود حرم میں رہنے والوں کو اہل حرم کہا جاتا ہے۔

آفاق سے آنے والوں کو مکّہ مکرمہ اور اس کے حدود میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہے، یہ لوگ میقات سے احرام کے بغیر آگے نہیں جاسکتے یہ احرام حرم کی حرمت و عظمت کی وجہ سے ہے، جو اس حرمت و عظمت کو مد نظر نہیں رکھتا وہ گنہ گار ہے، جہاز پہ سوار لوگوں کو چونکہ میقات کا پتہ نہیں چلتا اس لیے سوار ہونے سے پہلے ہی احرام باندھ لیتے ہیں، اگر آفاقی حرم یا مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہو جائے تو اس پر ایک حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر کئی بار اس نے ایسا کیا تو ہر دفعہ کے لیے ایک حج یا عمرہ لازم ہو جاتا ہے، جو شخص عمرے یا حج کے لیے جاتا ہے اسے معلوم ہے کہ کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے یہی بہتر ہے کہ پاک شہر اور پاک گھر کے دیدار سے پہلے شرعی احکامات کی پابندی کرے، میقات سے احرام کے بغیر آگے نہ بڑھے۔

احرام باندھے ہوئے شخص کو محرم کہا جاتا ہے،احرام باندھاہوا شخص یہ آٹھ کام نہیں کر سکتا۔

① خوشبو استعمال نہیں کر سکتا۔
② مرد سلا ہوا لباس نہیں پہن سکتا۔
③ مرد سر اور چہرہ نہیں ڈھانپ سکتا، عورت صرف چہرہ کھلا رکھے۔
④ جسم کے بال دور نہیں کر سکتا۔
⑤ ناخن نہیں کاٹ سکتا۔
⑥ میاں بیوی والے خاص تعلق کو کام میں نہیں لا سکتا۔
⑦ عمرہ کے واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑنا ممنوع ہے۔
⑧ خشکی کے جانور کا شکار بھی ممنوع ہے۔

احرام کی دو اَن سلی چادریں محرم کو ہمہ وقت یادِ خدا میں محو رہنے کی طرف متوجہ رکھتی ہیں، اس لیے محرم کو اس بات کا ہمہ وقت خیال رہے۔

وقفے وقفے سے تلبیہ جاری رہا، ساڑھے چار پانچ گھنٹے کی مسافت کے بعد جمبو جیٹ کے عملے نے اعلان کیا کہ اب ہم جدّہ ہوئی اڈے پہ اترنے والے ہیں، جہاز رفتہ رفتہ فضاء سے زمین کی طرف اترنا شروع ہوا، چند لمحوں بعد جہاز جدّہ ہوائی اڈے پہ اتر آیا اور زمین پہ چلنا شروع کر دیا۔

رفتہ رفتہ حج ٹرمینل کی سمت بڑھنا شروع ہوا، جہاز کے خوش اخلاق عملے نے ہمیں اللہ حافظ کہا اور ہم اپنا سامان لے کر جہاز سے باہر آگئے، کیا دیکھتے ہیں کہ چند قدم کی مسافت کے بعد ہم ایک بہت بڑے وسیع و عریض ہال میں موجود ہیں، جہاں کئی قطاریں بنوادی گئیں، سعودی ائرپورٹ کا سست ترین عملہ پاسپورٹ وصول کرتا اور مہریں لگاتا اور مسافروں کو آگے منتقل کرتا، مہر لگوانے میں ہمارا بہت سا وقت لگ گیا۔

سعودی وقت کے مطابق ہم ساڑھے بارہ بجے شب جدّہ ائرپورٹ پہ اترے تھے، ضروری کارروائی کے بعد ہم آگے بڑھے، دیگر مسافر بھی آگے بڑھتے رہے، یہ صرف پاکستانی نہ تھے بلکہ حج ٹرمینل پہ دوسرے ممالک کے لوگ بھی تھے، آگے ایک مقام پہ ہمارے پاسپورٹ سکین کیے گئے، آگے بڑھے تو فائبر گلاس سے بنے سائبان کے نیچے اس کمپنی کے لوگ کھڑے تھے جس کے توسط سے ہمارے ویزے لگے، جس کو فی کس ۲۰ ہزار روپے فیس جمع کروائی گئی، جس کے توسط سے مکّہ اور مدینہ میں اقامت گاہیں ملنی ہیں، کمپنی کے عملے نے ہمارے پاس پورٹ وصول کیے، سامان گاڑی کی چھت پہ پھینکا اور فلائنگ کوچ میں ہمیں بٹھادیا، ہمارے ساتھ آنے والے بہت سے مسافر مکّہ پہنچ گئے مگر ہماری گاڑی والا گاڑی کو حرکت دینے کا نام نہیں لے رہا، احرام باندھے ہوئے ساتھیوں کے جوش و جلال میں اضافہ ہوتا جارہا تھا، پہلے اس سے کہ اس جوش و جلال کا اظہار ہوتا کمپنی کے اس اہلکار نے خود ہی گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور مکّہ کی سمت بڑھنے لگا۔

رات کے دو حصّے سفر میں گزر چکے تھے اب تیسرا حصّہ شروع ہو چکا تھا، ہمیں بیدار ہوئے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے، چونکہ ہم ۲۴ اگست کی صبح پاکستان میں جاگے تھے اور اب پاکستان میں ۲۵ اگست کی صبح ہو چکی تھی، جب کہ یہاں جدّہ میں ابھی رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا، رات کی تاریکی میں سنگلاخ پہاڑوں کے بیچوں بیچ گزرتی ہوئی یہ فلائنگ کوچ ایک گھنٹے کے بعد مکّہ شہر میں داخل ہوئی، حرم مکّی کو دیکھتے ہی میرے منہ سے یہ دعاء نکلی

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَاالبَیْتِ تَشْرِیْفاً وَّتَعْظِیْماً وَّتَکْرِیْماً

فلائنگ کوچ کچھ دیر بعد مِسفلہ میں پہنچ گئی، گاڑی تاج محل ہوٹل کے سامنے رکی، گاڑی کے ڈرائیور نے چھت سے ہمارا سامان نیچے لڑھکایا، ہم نے اٹھایا اور ایک تنگ سی گلی سے گزرتے

ہوئے دارالمدینہ کے کمرہ نمبر ۱۰۳میں پہنچایا، نیا وضوء بنایا اور سیدھا حرم مکّی کی سمت روانہ ہو گئے، حرم مکی کی حدود میں ہم اس وقت داخل ہو رہے تھے جب یہاں تہجد کی اذان سے فضائیں گونج رہی تھیں، حرم کے کبوتر اڑان بھر رہے تھے، انسانی سمندر حرم کی طرف کشاں کشاں بڑھ رہا تھا، قاری وسیم صاحب چونکہ کئی بار اس گھر کے دیدار کی سعادت سمیٹ چکے ہیں، وہ ہمیں باب فہد بن عبد العزیز سے اندر لے گئے۔

مسجد حرام سے گزر کر ہم بیت اللہ شریف کے سامنے پہنچے، پھر وہی دعاء زبان پہ آئی، راستے میں ہم نے جتنی دعائیں مانگی تھیں، اللہ کے پاک گھر پہ پہلی نظر پڑتے ہی عرض کیا کہ مولا: جتنی دعائیں نیک سفر میں مانگی ہیں سب قبول فرمالے، کافی دیر تک بیت اللہ پہ نگاہیں گاڑے ہم دعاؤں میں مصروف رہے، پھر آہستہ آہستہ مطاف میں اترے، مطاف بیت اللہ کے سائے میں اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں طواف کیا جاتا ہے، طواف کعبۃ اللہ کے گرد مقررہ طریقہ کے مطابق سات چکر لگانے کو کہا جاتا ہے، کعبۃ اللہ کے چار کونے ہیں ایک میں حجر اسود ہے، ایک کو رکن شامی، ایک کو رکن عراقی اور ایک کو رکن یمانی کہا جاتا ہے، طواف کا آغاز حجر اسود سے کیا جاتا ہے، طواف سے پہلے نیت کی جاتی ہے کہ اے اللہ میں تیرے گھر کا طواف کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں، اس کو میرے لیے آسان فرما اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔

یہ نیت کر کے ہم ذرا دائیں طرف کھسکے تا کہ حجر اسود کے بالکل سامنے آجائیں، پھر ہم نے دونوں ہاتھ اٹھائے، ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف تھیں، ہمارے انگوٹھے کانوں کے برابر تھے، ہاتھ چومے پھر یہ دعاء پڑھی...

بِسمِ اللهِ اَللهُ اَكبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكبَرُ اَلحَمدُ للهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِيمَاناً بِكَ وَتَصدِيقاً بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهدِكَ وَاتِّبَاعاً سُنَّةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ

حجر اسود سے ہم نے طواف کا آغاز کیا، بیت اللہ شریف ہمارے بائیں تھا ہماری نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، طواف سے پہلے ہم نے تلبیہ بند کر دیا تھا، اب جو کچھ ہمیں از قبیل دعاء آتا تھا ہم پڑھتے جاتے تھے، کبھی عربی اور اکثر اردو زبان میں ہی مانگتے جاتے تھے۔

پہلے تین چکروں میں ہم نے رمل کیا، رمل کاندھے ہلا کر، قریب قریب قدم رکھ کر اکڑ کر چلنے کو کہا جاتا ہے، اضطباع ساتوں چکروں میں ہے، یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کا سرا بائیں کاندھے پر ڈالنا، دائیں کاندھا ننگا رہتا ہے، رمل اور اضطباع صرف مردوں کے لیے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

سات چکر لگائے، مقام ابراہیم پہ نوافل ادا کیے، جن کا ادا کرنا واجب ہے زمزم پیا، دعاء پڑھی پھر ہم مسعیٰ کی طرف بڑھے، مسعیٰ کا معنیٰ ہے سعی گاہ، سعی صفا اور مروہ پہ سات بار آنے جانے کو کہا جاتا ہے، حجر اسود کا استیلام کرنے کے بعد ہم صفا کی طرف آئے، پھر یہ دعاء پڑھی...

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعیَ بَیْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَۃِسَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِوَ جْھِكَ الْکَرِیْمِ فَیَسِّرہُ لِی وَتَقَبَّلْہُ مِنِّی

صفا کے قریب پہنچے تو آیت قرآنی اِنَّ الصَّفَا وَالمَروَۃَمِن شَعَائِرِ اللہِ.زبان پہ جاری ہو گئی، صفاء پہ چڑھ کر ہم نے بیت اللہ کی طرف اپنا منہ کیا اور تین بار اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی توحید و ثناء یوں بیان کی لَااِلٰہَ اللہُ وَحدَہُ لَاشَرِیكَ لَہُ لَہُ المُلكُ وَلَہُ الحَمدُ یُحیِ وَیُمِیتُ وَھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر لَا الٰہَ الّا اللہُ وَحدَہُ اَنجَزَ وَعدَہُ وَنَصَرَ عَبدَہُ وَھَزَمَ الاَحزَابَ وَحدَہُ

پھر ہم دعائیں کرتے مروہ کی سمت بڑھے، راستے میں سبز بتیوں کے قریب سے تیز چلے کہ یہاں حضرت ہاجرہؓ دوڑی تھیں، مروہ پہ پہنچ کر ہم نے وہی عمل کیا جو صفاء پہ کیا تھا پھر مروہ کی طرف بڑھے، ہمارے ابھی سات چکر مکمل نہیں ہوئے تھے کہ نماز فجر کے لیے اقامت ہو گئی، ہم نے مسعیٰ کے اندر ہی صف قائم کر لی جہاں فجر کی نماز باجماعت ادا کی، سعی سے فراغت کے بعد ہم نے حلّاق سے حلق کروایا اور جا کر احرام کھول دیئے۔

یہ تھا ہمارا عمرے کا مختصر سا عمل، جس کے لیے ہم دور دراز کا سفر طے کر کے اس پاک دھرتی پہ پہنچے تھے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پے در پے عمرہ کیا کرو، کیونکہ یہ تنگ دستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے (ترمذی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ حج و عمرہ کے سفر میں ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں، یہ لوگ اللہ سے دعاء کریں تو قبول فرمائے، مغفرت طلب کریں تو ان کو

بخش دے (ابن ماجہ)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے (بخاری و مسلم) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو عمرے کرنے کی سعادت بخشی، ایک رمضان سے پہلے اور ایک مدینۃ النبی ﷺ سے واپسی پر رمضان شریف میں، اللہ تعالیٰ ہم فقیروں سے اسے قبول فرمالے، آمین۔

عمرہ میں چار کام کرنا ہوتے ہیں:

① میقات سے عمرہ کا احرام باندھنا، یعنی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

② طواف کرنا، اسی طرح عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں (۱) صفاء و مروہ کے درمیان سعی (۲) حلق یا قصر، عمرہ سنت موکدہ ہے مکّہ معظّمہ پہنچنے والے مسلمان پر عمر بھر میں ایک بار سنت موکدہ اور ایک بارے سے زائد مستحب ہے۔

عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ہم ایک پاکستانی ہوٹل میں چلے گئے، ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا، بہت سہانا موسم تھا، ۲۵اگست ۲۰۰۸ء کی صبح تھی، ہم نے ناشتہ کیا، ناشتے سے فراغت کے بعد مسفلہ کے دارالمدینہ میں چلے گئے، جہاں ۳۰ گھنٹوں کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے بستروں پہ دراز ہو گئے، نماز ظہر سے پہلے بیدار ہوئے، وضوء کیا اور حرم مکی کی طرف چل پڑے، سخت ترین گرمی اوپر سے دھوپ اور نیچے تارکوں کا سینک، راستے میں کوئی سایہ نہ چھتری، دیواروں کی اوٹ سے گزرتے یا کپڑا سر پہ ڈال کر سایہ بنا لیتے حرم میں پہنچتے ہی ایسے محسوس ہوا کہ ہم جنت میں آ گئے ہیں، ٹھنڈی ہوائیں، کولروں میں جگہ جگہ زم زم، مرکزی دروازہ سے داخل ہوتے ہی ہم خانہ کعبہ کے سامنے آ گئے، اَللّٰھُمَّ زِد ھَذَاالبَیتِ تَشرِیفاً وَّتَعظِیماً وَتَکرِیماً کہتے ہوئے آگے بڑھتے، دعاؤں کا سلسلہ، نوافل کی ادائیگی، جماعت کی انتظار، کعبہ کا دیدار یہ ساری عبادات ہم سیاہ کاروں کے لیے بہت بڑی سعادت تھی۔

ہم نماز ظہر حرم مکی میں ادا کرتے اور اکثر و بیشتر بیت اللہ کا دیدار ہی کرتے رہتے تھے، مسجد حرام کے ایک دروازے کو باب فہد بن عبدالعزیز، ایک کو باب عبدالعزیز، ایک کو باب

العمرہ اور ایک کو باب الفتح کہا جاتا ہے، انہی چار مرکزی دروازوں پر دو دو خوب صورت، دلکش اور منقش مینارے ہیں، جو زائر حرم کو دور سے دکھائی دیتے ہیں، ہم باب العمرہ کی سیڑھیوں پہ حطیم والی جانب بیٹھ جاتے اور بیت اللہ کا دیدار کرتے رہتے، کبھی رکن یمانی، کبھی رکن شامی، کبھی رکن عراقی اور کبھی حجر اسود والی سمت بیٹھ جاتے، تاکہ اس پاک گھر کا ہر سمت سے دیدار ہو، پھر طواف شروع کر دیتے، حجر اسود کا استلام ہی نصیب ہوا، بوسہ دینے کے لیے کئی بار ہمت کی مگر حجر اسود کے پاس دھکم پیل ہوتی تھی، مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا تھا، ایک دوسرے کو کہنی کے زور سے ہٹا کر بوسہ دینے کی کوشش کی جاتی تھی، کئی عورتوں کی چیخ وپکار سے دل دھل جاتا تھا، یہ ایذاء مسلم ہے۔

آپ ﷺ نے مسلمان کی تعظیم بیت اللہ سے زیادہ بتائی ہے، رکن یمانی پہ رخسار رکھنا، ہاتھ لگانا آسان تھا، حطیم میں کئی بار داخل ہوئے، نوافل ادا کیے، ملتزم پہ دعائیں مانگنے کا شرف حاصل ہوا، اگرچہ ملتزم پہ دعائیں کرنے والوں میں بھی یہی حرص و آز ہوتی کہ وہ اس کی برکات اور انوارات سمیٹ لیں، جس کو ملتزم پہ ایک بار جگہ مل جاتی وہ وہاں سے ہٹنے اور کھسکنے کا نام نہیں لیتا تھا، حالانکہ ایسے مبارک اور مقدس مقامات پہ ایثار و قربانی کا جذبہ ہونا چاہیے اس لیے کہ ان جگہوں سے مسلمانوں کو ایثار کی تعلیم دی گئی۔

حطیم بیت اللہ کا ایک حصّہ ہے، اس میں نماز ادا کرنا ایسا ہی ہے جیسا بیت اللہ شریف کے اندر ادا کرنا، اسی بناء پر حطیم میں بھی سخت ہجوم ہوتا تھا، نفل ادا کرنے کے شائقین ہر صورت میں حطیم میں داخل ہونے کی کوشش کرتے دکھائی دیئے اس مختصر سی جگہ پہ بھی مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا تھا، ہر کوئی کوشش کرتا کہ کسی طرح وہ حطیم میں داخل ہو جائے، میزاب رحمت چونکہ حطیم میں ہی گرتا ہے، اس لیے میزاب رحمت کے نیچے والی جگہ پہ لوگ کھڑے ہو کر غلاف کعبہ پکڑ لیتے، باوجودیہ کہ علماء وقتاً فوقتاً عربی زبان میں ہی کہتے سنے گئے کہ اوحاجی: ادھر کچھ نہیں ادھر آگے بڑھو، ادھر کیا ہے؟ ایک دن ۲۶اگست ۲۰۰۸ء کو جب ہم نے مغرب کی نماز حطیم والی سمت مطاف میں ادا کی تو قدرت نے رحمت کی موسلا دھار بارش برسائی، یہ بارش ہمارے اوپر برسی اور جم کر برسی، پورا مطاف جل تھل ایک ہو گیا تھا، ہمارے کپڑے بھیگ گئے، جتنی دیر نماز ہوتی رہی اتنی دیر بارش بھی برستی رہی۔

کہنے والوں کے مطابق بڑے عرصے بعد یہ بارش ہوئی تھی، حرم مّکی کے امام صاحب نے بھی مغرب کی نماز مختصر ہی کروائی تھی، سلام کے بعد نمازیوں نے میزاب رحمت کی طرف دوڑ لگا دی، کہ آج وہ اپنی آنکھوں سے میزاب رحمت (پرنالہ) بہتا دیکھ رہے تھے، بیت اللہ شریف کی چھت پہ پڑنے والا بارشی پانی اسی پرنالے کے ذریعے حطیم میں گرتا ہے، یہ سنہری رنگ کا خوب صورت پرنالہ ہے، یوں لگتا ہے جیسے سونے کو تراش کر بنایا اور لگایا گیا ہے۔

جونہی لوگ حطیم کی سمت بڑھے تو پولیس نے فوری طور پر حطیم جانے والے راستے پہ رکاوٹ کھڑی کر دی، ہجوم دیوانہ وار سبحان اللہ اور اللہ اکبر پکار رہا تھا، جیسے کسی بہت بڑے جلسے میں لوگ نعرہ تکبیر بلند کر رہے ہیں، شام کی نماز کے بعد حطیم والی سمت پہ مصلّٰی حنفی کی طرف بیٹھ کر درس دینے والے مولانا محمد مکی حجازی سے سوال کیا گیا کہ کیا میزاب رحمت سے برسنے والا پانی رحمت ہے؟ تو مولانا حجازی نے فرمایا کہ بارش کا سارا ہی پانی رحمت ہے، صرف میزاب رحمت سے برسنے والا ہی رحمت نہیں ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ کا عمل تو یہ تھا کہ جب بارش ہوتی تو اسے اپنے سر پر پڑنے دیتے تھے، چہرے پہ ملتے تھے، جسم پہ ملتے تھے۔

حرم شریف میں صفائی اور ستھرائی کا بہت اچھا انتظام ہوتا ہے، نماز سے جونہی فارغ ہوئے فوراً ہی خدّام الحرم کی گاڑیاں ایک خوب صورت منظر پیش کر رہی تھیں، پورے مطاف کو ان گاڑیوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور منٹوں میں سارا پانی صاف کر دیا، مطاف بارش سے پہلے والی پوزیشن پہ چمکنے لگا، کئی ہزار خدّام ہر وقت حرم شریف کی نگرانی اور صفائی پہ مامور ہیں، یہ خدّام بن لادن کمپنی کے ہیں، جو حرم شریف کی خدمت بجالاتے ہیں، یہ لوگ مختلف وردیوں میں ملبوس ہوتے ہیں، پانی پلانے والوں، جھاڑو دینے والوں، دھلائی کرنے والوں، راہنمائی کرنے والوں کی علامات ان کی وردیوں سے نمایاں ہوتی ہیں، صبح سے شام اور شام سے صبح تک مختلف ڈیوٹیاں دینے والے یہ رضاکار انتہائی عشق و محبت اور خاموشی کے ساتھ اپنی خدمات بجالاتے ہیں، الحمدللہ ان میں اکثریت پاکستانیوں کی ہے۔

کعبۃ اللہ کا دیدار

میں حطیم والی طرف باب العمرہ میں بیٹھا ہوا ہوں، والدہ محترمہ مستورات کے حلقے میں دیدار کعبہ سے لطف اندوز اور مشرّف ہو رہی ہیں، قاری وسیم صاحب اور ان کی اھلیہ بھی کہیں عبادت میں مصروف ہیں، بہت بڑی نفری دوسفید چادروں میں ملبوس ذکرِ خدا سے رطب اللّسان، خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف ہے، حجر اسود پہ بھیڑ بھاڑ زیادہ ہے، حجر اسود کو بوسہ دینے والے دیوانہ وار پیش قدمی کر رہے ہیں، چاروں طرف سے زائرین نے غلاف کعبہ تھام رکھا ہے، میزاب رحمت کے نیچے حطیم میں تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہے، ملتزم پہ بھی ایک ہجوم زاروقطار رونے دھونے اور دعائیں مانگتے دکھائی دے رہا ہے، زم زم کی ٹونٹیوں پہ بھی رش ہے، صفاومروہ کی سمت دیوانوں کی لائن لگی ہے، عشق و مستی ہے، سوزوساز ہے، وارفتگی ہے، سر جھکے ہوئے، اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھے ہوئے، لب حرکت میں اور زبان یاد خدامیں مشغول ہے، گویا زبان حال سے گویا ہے۔

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہوں — خطاوسہو کا پتلا ہوں استغفار کرتا ہوں

ہوائے شوق کی ہر موج طوفانی رہی اب تک — مری کشتی غریق بحر نادانی رہی اب تک

ہم کعبۃ اللہ کے دیدار سے شرف یابی حاصل کر رہے ہیں، ہم طواف سے فارغ ہو چکے ہیں، ہم اس کالے غلاف والی عمارت کو دیکھ دیکھ کر سبحان اللہ پکار رہے ہیں جس کو بیت اللہ کہا جاتا ہے، اسی کو کعبہ مشرفہ کہا جاتا ہے، الکعبہ بھی کہا جاتا ہے، یہ اللہ کے رسولوں اور نبیوں کا قبلہ صلوٰۃ ہے، اس گھر میں برکات ہیں، اللہ تعالیٰ کے انوارات کا سرچشمہ ہے، اس دھرتی پہ خدا کی بندگی کے لیے یہی پہلا گھر بنایا گیا، یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا ٹکڑا ہے، جو پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، اسی مقام سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین بچھا دی تھی۔

کعبۃ اللہ جس جگہ پہ ہے اسے ''بکہ'' کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسے ہی ذکر کیا کہ

اِنّ اَوَّلَ بیتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّھُدیً لِّلْعَالَمِیْنَ

اس میں اللہ نے برکات رکھی ہیں، یہ سارے عالم کے لیے مرکز رشد وہدایت ہے،

یہ ارض پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے
ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے
یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں
ہوائیں جس کے ذرّہ ذرّہ کو سر پر اٹھاتی ہیں
یہ منبع ہے نور حق کی دریا بار موجوں کا
کہ مرکز ہے یہی اک امت وسطیٰ کی فوجوں کا

عربی لغات میں بتایا گیا کہ کعبہ ک، ع اور ب کے مادے سے بنا ہے، کعب کے کئی معانی ہیں مگر اس میں قدر مشترک یہ بات ہے کہ سب میں علو (بلندی) اور تفرد (یگانہ) کا معنٰی پایا جاتا ہے، کعبہ کو بیت الحرم اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس میں بلندی کے معنٰی پائے جاتے ہیں۔

ابن منظور لغوی کو تو یہاں تک کہنا پڑا کہ کعب ہڈیوں کے جوڑ کو کہا جاتا ہے، اور عربی میں کعب انسانی پاؤں کی اس ہڈی کو کہا جاتا ہے جو قدم کے قریب ابھری ہوئی ہوتی ہے، بعض لغت دان کہتے ہیں کہ قدم کے اوپر والی ابھری ہوئی ہڈی کو کعب کہا جاتا ہے، بعض کعب اس ہڈی کو قرار دیتے ہیں جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کے مقام پہ واضح دکھائی دیتی ہے، اپنے استدلال میں بعض وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاَزَارِ فِي النَّارِ شلوار جن ٹخنوں کو ڈھانپے گی وہ جہنم میں جلیں گے۔

یہاں "کعبین" تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جس کا معنی دو ٹخنے، تو عربی میں ابھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے ٹخنوں کو "کعب" کہا گیا ہے، علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کعب ان دو ابھری ہوئی ہڈیوں کو کہا جاتا ہے جو پنڈلی اور قدم دونوں کے درمیان دونوں طرف ہوتی ہیں، اسی طرح عربی زبان میں جب کسی شخص کی بزرگی اور کامیابی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے، "ورجلٌ عالی الکعب" بلند رتبہ آدمی، کامیاب و فتح یاب آدمی، جب کسی کی عزت خاک آلود ہو جائے تو عربی زبان میں اس کے لیے لفظ "ذَهَبَ كَعْبُهُم" بولا جاتا ہے کہ ان کی عزت ختم ہو گئی، جب کسی کو دعاء دی جائے تو یوں کہا جاتا ہے اعلَی اللہ کعبھم اللہ ان کی عزت بڑھائے۔

عربی زبان میں "کعبہ" چار گوشوں والے گھر کو بھی کہا جاتا ہے، کعبہ کو اس کے چوکور ہونے کی وجہ سے ہی کعبہ کہا جاتا ہے، عربوں کے نزدیک ہر چوکور گھر کو بھی کعبہ کہہ دیا جاتا

ہے، کعبہ ایک کمرے کو بھی کہہ دیا جاتا ہے، علامہ ابن خلدون نے لکھا کہ وَتُسَمَّى الكَعبَةُ لِعُلُوِّ هَا مِن اِسمِ الكَعبِ اہل تحقیق عقیدت و محبت کے باعث ان الفاظ کے معانی، مفاہیم اور مطالب سے بھی بہت کچھ حاصل کرتے رہے، ورنہ کعبہ کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حرمت والا گھر ہے، اسے اللہ کا گھر ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اس کی طرف دنیا کے لاکھوں مسلمان منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، قرآنی ارشادات اور نبوی تعلیمات میں اس کی بڑی عظمت اور شان بیان کی گئی ہے۔

عرب میں قبیلہ خثعم نے ایک گھر بنا رکھا تھا جسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا، اس لیے بیت اللہ کو اس کعبہ سے ممتاز کرنے کے لیے لفظ کعبہ کے ساتھ البیت الحرام کا اضافہ کیا گیا۔

یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آ کے اونچی شان والوں کا

فضیلتِ کعبہ

کعبۃ اللہ کی عظمت مسلمان کے دل و دماغ میں رچی بسی ہے، مسلمان کے ہاں کعبۃ اللہ کا بڑا مقام اور مرتبہ ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں انسانی نفوس کی دھلائی ہوتی ہے، دلوں کی کشش کا یہاں سامان ہے، توحید پرستوں کے دل خانہ کعبہ کی سمت کھچے چلے آتے ہیں، کعبۃ اللہ کے دیدار کی خاطر اطراف و اکناف عالم سے انسان کشاں کشاں اس طرف چلے آتے ہیں، اس میں اکتاہٹ ان کے قریب تک نہیں پھٹکتی، جوں ہی مسلمان یہ فریضہ بجالاتا ہے توں توں اس کی آتش شوق مزید بڑھکتی ہے، شعلہ زن ہوتی ہے، اس کے دل و دماغ پہ خیالات و افکار کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا ہے، وہ بیت اللہ کے دیدار کا شرف حاصل کرتا ہے، عبادات کی حلاوت سے سرشار ہوتا ہے۔

کعبۃ اللہ کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آیا جَعَلَ اللّٰهُ الكَعبَةَ البَيتَ الحَرَامَ قِيٰماً لِلنَّاسِ وَالشَّهرَ الحَرَامَ وَالهَدیَ وَالقَلَآئِدَ (المائدہ ۹۷) اللہ نے کعبہ کو بزرگی والا گھر بنایا، یہ لوگوں کے قیام کا باعث ہے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو کعبہ کی نیاز ہو، اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کی طرف لیجائیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ (٩٦) فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (٩٧) آل عمران) لوگوں کے لیے بکّہ میں پہلا گھر جو بنایا گیا وہ برکت والا ہے اور جہان والوں کے لے ھدایت کا سر چشمہ، اس میں واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، جو اس میں داخل ہوا اسے امان مل گئی، لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو صاحب استطاعت ہو۔

یہی وہ عظیم گھر ہے جسے لوگوں کے لیے مرجع بنایا گیا، جائے امن قرار دیا گیا، یہی وہ گھر ہے جس کے پڑوس میں موجود مقام ابراہیم کو جائے نماز قرار دیا گیا، یہی وہ پاک گھر ہے جس کی خاطر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں باپ بیٹے کو فرمایا گیا کہ وہ دونوں اسے طواف کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں، اعتکاف کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھیں، رکوع اور سجدہ ریزی کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

بیت اللہ کو جائے امن بنایا گیا، دنیا کے دستور نرالے اور انوکھے ہیں، حکومتی رعب و دبدبہ، جاہ و حشمت کے بل بوتے پہ امن قائم کیا جاتا ہے، قوانین کا شکنجہ مضبوط رکھا جاتا ہے، جس کی بدولت ملکوں اور دیسوں میں سکون قائم رہتا ہے، مگر حقائق حقائق ہیں، بیت اللہ کے اڑوس پڑوس میں رہنے والے تو کسی قانون کے پابند نہ تھے، حکومتی نظام کا نام و نشان تک نہ تھا، قدرت والے کی کاریگری ہے کہ اس نے علم و عرفان کی دولت سے محروم اور لاشعور انسانوں کے دلوں کی تہہ میں بیت اللہ کی عظمت و رفعت اس طرح بٹھادی تھی کہ وہ اس بزرگی والے گھر کی عظمت و حرکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کچھ پس پشت ڈال دیتے تھے، اپنی خواہشات کے بے لگام گھوڑے کو کند آلے سے ذبح کر ڈالتے تھے، مفادات کے سمندر کے سامنے بند باندھ دیتے تھے مگر بیت اللہ کی حرمت کو پائمال نہیں کرتے تھے۔

زمانہ جاہلیت کے احوال سن کر آج بھی انسانی دماغ کی ہنڈیا ابلنے لگتی ہے، کہ وہ زمانہ کیا عجیب تھا؟ جس میں ہر سمت جنگ جوئی تھی، قبائلی عصبیت عروج پہ تھی، لاقانونیت عام تھی، قتل و خوں ریزی ان کی عادت بن چکی تھی مگر بیت اللہ شریف کی عظمت اور محبت ان کے دل

میں ایسی رچی بسی ہوئی تھی کہ وہ اپنے بدترین جانی دشمن یا سخت ترین مجرم کو بھی حرم شریف میں داخل ہو جانے پہ کچھ نہیں کہتے تھے، غیظ و غضب کے باوجود اسے کچھ نہیں کہا جاتا تھا، کسی کے باپ کی گردن اتارنے والا، اسے قتل کرنے والا جب حرم میں اس کے بیٹے سے ملتا تو بیٹا اس سے یہاں انتقام لینے کے بجائے نگاہیں نیچی کر کے گزر جاتا تھا، انسان تو انسان حدود حرم میں کسی جانور کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے، حرم کا یہی ادب و احترام اس علاقے میں امن و سکون کی ضمانت تھی، سخت جانی دشمن بھی ہو تا تو اسے اس حال میں کچھ نہیں کہا جاتا تھا جب اس نے حج کی کوئی نشانی باندھ رکھی ہوتی۔

بیت اللہ کو اللہ نے لوگوں کے لیے جائے قیام بنایا، جائے امن بنایا، اس کو برکات کا مرکز قرار دیا، پتھریلے پہاڑ، سنگلاخ زمین کوئی چیز اگتی ہے نہ پیدا ہوتی ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا ثمرہ ہے بے موسم اور بے وقت ہر چیز اس مقام پہ تازہ بہ تازہ دستیاب ہوتی ہے۔

بیت اللہ کو اللہ رب العزت نے لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ قرار دیا، اسے امن والی جگہ قرار دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اس پورے شہر کے لیے امن کی دعاء کی تھی، جس میں یہ عظیم گھر موجود ہے، اسی گھر کے پڑوس میں ایک چھپّر ڈال کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ٹھہرایا تھا، جب یہ علاقہ جھاڑیوں سے بھرا پڑا اور ببول کے کانٹے دار درختوں سے عجیب سا لگتا تھا، اپنی اولاد اور یہاں کے رہنے والوں کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے دعائیں مانگیں، آج انہی دعاؤں کی بدولت یہاں امن و آشتی ہے، رزق کی فراوانی ہے۔

قرآن میں بیت اللہ کو "مثابہ" فرمایا گیا کہ یہ مرجع خلائق ہے، لوگ اس کی طرف بار بار آتے رہیں گے، اس کے دیدار کی آرزو کرتے رہیں گے، مفسّر قرآن امام مجاہد رحمہ اللہ کے بقول وَلَا يَقْضِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَطَرًا کوئی شخص اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتا، ہر بار جب وہ اس برکت والے گھر کا دیدار کرتا ہے آتش شوق مزید شعلہ بار ہو جاتی ہے، علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جب آدمی ایک بار حج کر لے اور اس کے بعد بندے کو پھر اشتیاق پیدا ہو تو یہ اس کے حج کی قبولیت کی علامت ہے، کئی لوگ پہلی بار زیارت کے بعد دیدار حرم کے لیے تڑپتے نظر آتے ہیں۔

یہ شان صرف بیت اللہ کو ملی، یہ مرتبہ صرف بیت اللہ کا ہے کہ اسے دیکھنے والا کبھی سیر نہیں ہوتا، ورنہ دنیا کے خوب صورت سے خوب صورت مقامات کو چند مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ادھر کا دوبارہ رخ کرنے کا کبھی جی نہیں چاہتا، مگر یہاں دن بھر سخت گرمی پڑتی ہے، رات کو موسم معتدل ہوتا ہے، جدھر نگاہ دوڑائیں پہاڑ ہی پہاڑ دکھائی دیتے ہیں، وہ سبزے اور گھاس سے خالی، زمین کی جاذبیت یا گل ولالہ سے ہوتی ہے یا سرسبز وشاداب درختوں سے، مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں، اس کے باوجود یہاں مقناطیسیت ہے، کشش ہے، دلکشی ہے اور جاذبیت ہے اس لیے کہ

یہی ناف زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدّر ہے یہیں پر اجتماع اولاد آدم کا
طلوع مہر ظلمت پاش اس مٹی سے ہونا ہے
یہی وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے

یہ بیت اللہ کی دلکشی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جیسے مفسر قرآن کو کہنا پڑا لَا يَقضُونَ مِنْهُ وَطَراً يَأْتُونَهُ ثُمَّ يَرجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ ثمَّ يَعُودُونَ إِلَيْهِ اس کے دیدار سے کسی کو سیر ابی نہیں ہو سکتی، اس کے دیدار کا شوق فزوں تر رہتا ہے، لوگ دیدار بیت اللہ کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں پھر دوبارہ اس کے دیدار کے لیے دوڑ پڑتے ہیں،

حضرت عطاء رحمہ اللہ جیسے انسان نے تو یہاں تک کہا کہ

يَثُوبُونَ اِلَيهِ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَّلَا يَقضُونَ مِنْهُ وَطَراً، لوگ بار بار بیت اللہ کا حج کرتے ہیں، مگر انہیں سیر ابی نہیں ہوتی۔

ابن منظور نے لکھا کہ قرآن حکیم میں بیت اللہ کے لیے لفظ "مثابہ" استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بیت اللہ کی طرف ایک مرتبہ آتے ہیں پھر دوبارہ آتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تو خواجہ ابو طالب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے

مَثَابًا لِأَفنَاءِ الْقَبَائِلِ كُلِّهَا ... تَخُبُّ إِلَيْهَا الْيَعْمَلَاتُ الطَّلَائِحُ

ایک عرب شاعر نے ترنگ میں کیا خوب صورت شعر کہا

جَعَلَ الْبَيْتَ مَثَابًا لَهُمْ ... لَيْسَ مِنْهُ الدَّهْرَ يَقْضُونَ الْوَطَرْ

بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جائے امن بنایا ہے، قرآن کریم میں ہے أَوَلَمۡ يَرَوۡا أَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا آمِنًا (العنکبوت ٦٧) ہم نے حرم کو امن والا بنایا ہے، ورنہ تو زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کے ارد گرد سے اچک لیئے جاتے تھے۔

اپنے باپ کے قاتل پہ اگر کسی کی نگاہ پڑ جائے تو وہ حدود حرم میں اس سے انتقام نہیں لیتا بلکہ نظریں جھکائے گزر جاتا ہے جو شخص حرم میں داخل ہو جاتا ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے، اللہ نے بیت اللہ کو یوں شرف بخشا کہ ہم نے اسے بیت الحرام بنایا اور "قیماً للناس" علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اس گھر کو "قوام" بنایا گیا ہے، وَإِنَّهَا مَادَامَت مَوجُودَةٌ فَالدِّينُ قَائِمٌ جب تک یہ گھر موجود رہے گا دین موجود رہے گا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی اور فرمایا: لَايَزَالُ النَّاسُ عَلَى دِينٍ مَّا حَجُّوا البَيۡتَ وَاسۡتَقبَلُوا القِبلَةَ لوگ جب تک حج کرتے اور منہ قبلہ رخ کرتے رہیں گے تب تک دین پر قائم رہیں گے حضرت شعبہ نے فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُحُجَّ البَيتُ جب تک بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا قیامت قائم نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَيُحَجَّنَّ البَيتُ وَلَيُعتَمَرَنَّ بَعدَ خُرُوجِ يأجُوجَ وَمَأجُوجَ بعد از خروج یاجوج وماجوج بھی حج وعمرہ کیا جاتا رہے گا۔ (بخاری)

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو مکہ سے پھیلایا، بیت اللہ کے نیچے سے اسے کھینچا، اس کا نام ام القریٰ رکھا گیا، زمین پہ پہلا پہاڑ "جبل ابو قبیس" رکھا گیا، آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، یہ اس کا پہلا طواف تھا، جب اللہ تعالیٰ آسمان سے کسی فرشتے کو کسی مقصد کے لیے زمین کی طرف بھیجتے ہیں تو وہ اللہ کے عرش کے نیچے غسل کرتا ہے، پھر احرام باندھتا ہے، پھر وہ بیت اللہ کے طواف کرتا ہے، ایک ہفتہ وہ طواف کرتا رہتا ہے، پھر مقام ابراہیم پہ دو رکعت نفل ادا کرتا ہے، پھر جس مقصد کی خاطر اسے زمین کی طرف روانہ کیا جاتا ہے اس کی خاطر چلا جاتا ہے۔

فضائل مکہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ "انبیاء میں سے جب کسی نبی کو اس کی قوم جھٹلاتی تو وہ وہاں سے نکل کر مکّہ میں آجاتا تھا، جو نبی علاقہ چھوڑتا تو وہ مکّہ میں بسیرا کرتا تھا، پھر وہ یہاں

بیت اللہ کے قریب ہی عبادت الٰہی میں مشغول رہتا یہاں تک کہ اسے پیغام اجل مل جاتا، بیت اللہ کے گرد تین سو انبیاء کی قبریں ہیں، رکن یمانی اور حجر اسود کے قریب ستر نبیوں کی قبریں ہیں، حضرت سیدنا اسماعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کی قبر حطیم میں ہے، جہاں میزاب رحمت گرتا ہے، حضرت نوحؑ، حضرت ھودؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت صالحؑ چار نبیوں کی قبریں زم زم کے کنویں اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان ہیں۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ نے فرمایا: اَلنَّظَرُ اِلَی الْکَعبَۃِ عِبَادَۃٌ بیت اللہ پر نگاہ ڈالنا عبادت ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَن نَظَرَاِلَی بَیتِ اللہِ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً وَّتَصدِیقاً غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِہٖ وَمَاتَأَخَّرَ وَحُشِرَ یَومَ الْقِیَامَۃِ الاٰمِنِینَ۔ جو بیت اللہ پر ایمان، ثواب اور تصدیق کی نیت سے نظر ڈالتا ہے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، قیامت والے دن ایسے شخص کو اٹھایا جائے گا ایمان کی حالت میں۔

حضرت ابن جریج کو محمد بن علی رحمۃ اللہ نے بتایا کہ: جو شخص بیت اللہ کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے اسے دیکھتا ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، جو شخص اس کی تعظیم کرتے ہوئے زیارت کے لیے آتا ہے جب اسے دیکھتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ یوں گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں، جو شخص بیت اللہ کو دیکھتا ہے فرشتے اس کے لیے دعاء کرتے ہیں۔

حضرت رحمت دو عالم ﷺ جب بیت اللہ پہ نگاہ ڈالتے تو یوں دعا کرتے تھے لَقَدْ شَرَّفَكِ اللَّهُ، وَ كَرَّمَكِ، وَعَظَّمَكِ، وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْكِ (طبرانی اوسط) اللہ نے تجھے بزرگی دی ہے، تجھے شرافت دی ہے، تجھے عظمت دی ہے، لیکن ایک مومن بزرگی میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کی آیت ۹۷ میں کیسی تسلّی دی گئی۔ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمناً جو اس پاکیزہ، مقدس، مطہّر، منوّر اور ذی شان گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا، وہ محفوظ ہو گیا، وہ جہنّم کی دھکتی آگ سے بچا لیا گیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے إِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ وَأَطْهَرَهَا وَأَزْكَاهَا وَأَقْرَبَهَا

مِنَ اللہِ تَعَالٰی مَا بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ، زمین کے ٹکڑوں میں بہترین، سب سے زیادہ پاکیزہ، سب سے زیادہ مزکّی، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قریب جگہ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کی جگہ ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَابَیْنَ الرُّکْنِ الیَمَانِی وَالأَسوَدِ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان والی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَامِن اَحَدٍ یَدعُو عِندَالرُّکنِ الأسوَدِ اِلَّا اُستُجِیبَ لَہُ وَ کَذٰلِکَ عِندَ الرُّکنِ الیَمَانِی جو شخص رکن یمانی اور حجر اسود کے قریب دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

کعبہ کی تعظیم و تکریم کرنے پر ہی یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ امت اس وقت تک خیر پہ رہے گی جب تک اس گھر کی حرمت اور تعظیم کا لحاظ رکھے گی، جب امت اس کی تعظیم کھو بیٹھے گی تب ہلاکت کی وادی میں کھو جائے گی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ایک روایت اس طرح بھی آئی ہے سرکار دو جہاں ﷺ نے جن تین مقدس مقامات کی طرف شدّ رحال کا حکم فرمایا ان میں ایک مسجد الحرام ہے، جس کے کھلے صحن میں بیت اللہ اپنی تمام تر رعنائیوں، خوبصورتیوں اور دلکشیوں کے ساتھ موجود ہے۔

آقائے مدنی ﷺ کا ایک خوب صورت ارشاد یوں بھی ہے کہ پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں۔ ① قرآن حکیم کی طرف دیکھنا۔

② کعبۃ اللہ کا دیدار کرنا۔

③ والدین کی زیارت کرنا۔

④ زمزم کی طرف دیکھنا، یہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

⑤ عالم دین کے چہرے کی طرف دیکھنا۔

حضرت سیدہ عائشہؓ کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلنَّظرُ اِلَی الکَعبَۃِ عِبَادَۃٌ، کعبۃ اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت رحمت دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلرُّکنُ وَالمَقَامُ یَا قُوتَتَانِ مِن یَوَاقِیتِ الجَنَّۃِ، رکن یمانی اور مقام ابراہیم جنت کے موتیوں میں سے دو موتی ہیں۔

ایک روایت میں تو یہ حیرت انگیز جملہ ارشاد فرمایا: طَمَسَ اللّٰہُ تَعَالیٰ نُورَھُمَا وَلَولَم یَطمِس نُورَھُمَا لَأَضَاءَ تَامَابَینَ المَشرِقِ وَ المَغرِبِ اللہ نے دونوں کے نور کو ختم کر دیا ہے، اگر ان دونوں کا نور ختم نہ ہو جاتا تو یہ دونوں مشرق اور مغرب کے بیچ کی ساری کائنات کو روشن کر دیتے۔

ہمارے لیے یہ بات کس قدر باعث مسرّت اور افتخار ہے کہ اس پاک دھرتی کو وہ اعزاز و اکرام حاصل ہے جو روئے زمین پر کسی جگہ کو حاصل نہیں ہے، اسی بات کو ہم دیکھ لیں کہ یہاں پندرہ مقامات ایسے ہیں جہاں دعائیں قبولیت کا شرف پا لیتی ہیں۔

① کعبہ کے اندر مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔
② حجر اسود کے قریب دعاء قبول ہوتی ہے۔
③ رکن یمانی کے قریب دعاء قبول ہوتی ہے۔
④ حطیم میں دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑤ مقام ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑥ ملتزم پہ دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑦ زم زم کے کنویں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑧ صفا اور مروہ پہ دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑨ صفا اور مروہ کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑩ رکن یمانی اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑪ منیٰ میں دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑫ عرفات میں دعاء قبول ہوتی ہے۔
⑬ مشعر الحرام میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ ان میں صفا کے اوپر کھڑے ہو کر، مروہ کے اوپر کھڑے ہو کر اور ان دونوں کے درمیان کو علیحدہ شمار کیا جائے۔

کعبۃ اللہ اسلام سے پہلے بھی قابل احترام و اکرام سمجھا جاتا تھا، ملوک و سلاطین اس کی زیارت کے لیے اطراف و اکناف سے یہاں آتے تھے، نذرانے بھی بھیجتے تھے، ہمارے استاذ شیخ موسیٰ روحانی رحمہ اللہ نے بیضاوی کے مقدمہ میں لکھا کہ غزالین کا قصّہ مشہور ہے، وہ یہ کہ عبد المطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال (ہرن) پائے تھے، یہ دو بڑی مورتیاں تھیں، سونے کی ہرن کی صورت میں، جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں، اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پر ہے، جس کا منہ بند کیا گیا ہے، موٴرخین اور دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے، نبی علیہ السلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ علیہ السلام نے ہاتھ نہیں لگایا، شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے۔
(اثمار التکمیل ج۲ ص۸۸)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو اس وقت ایک کنویں میں سے ستر ہزار اوقیہ سونا پایا، جو بادشاہ لوگ بیت اللہ شریف کی نذر کرتے تھے، دو سو قنطار وزن کے ایک لاکھ دینار تھے، حضرت علیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر اس مال کو آپ حرب و ضرب کے لیے استعمال کریں تو بہتر ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا، ابو بکرؓ نے بھی کوئی حرکت نہیں کی، شیبہ بن عثمان کو مشورہ دیا گیا کہ اس سونے اور چاندی کو فقراء، غرباء میں تقسیم کیا جائے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

موٴرخ ابن خلدون نے لکھا کہ ۱۹۹ ہجری میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن زین العابدین نے نکال لیا۔ اور کہا کہ کعبۃ اللہ اس مال کو کیا کرے گا؟ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، ہم اس خزانے سے مدد لیتے ہیں اور اپنی لڑائی میں استعمال کریں گے، یوں انہوں نے یہ مال نکال لیا اور اسے خرچ کر ڈالا، اس سے وہ عرصہ دراز سے پڑا ہوا خزانہ ختم ہو گیا۔

کعبۃ اللہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، بعض موٴرخین اگرچہ یوں بھی کہتے ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کی چٹان کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

تعمیر کعبہ

ہم کعبہ کے سامنے بیٹھے ہیں، ٹکٹکی باندھ کر اس کالے غلاف اور سنہری منقش گھر کے دیدار میں مصروف ہیں، اس گھر کی نسبت اللہ کی طرف ہے، اسی لیے اس کی عظمت کو چار چاند لگ گئے کہ یہ خالق کائنات کی طرف منسوب ہے، پھر مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ اس کی تعمیر کرنے والی سعادت مند کون کون سی ہستیاں ہیں؟ تو اس سلسلہ میں مجھے اہل تاریخ بھی یک زبان و قلم دکھائی نہیں دیتے، بعض کا کہنا ہے کہ اس کی پہلی تعمیر فرشتوں نے کی، بعض کا خیال ہے آدمؑ نے کی، بعض کا خیال ہے شیث علیہ السلام نے کی، حضرت عبد الرزاق کے مطابق خانہ کعبہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا، حضرت وھب بن منبہ رحمہ اللہ کے مطابق سب سے پہلے خانہ کعبہ حضرت شیثؑ نے تعمیر کیا، بعض کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کے پہلے تعمیر کنندہ تھے، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ جیسے مؤرخ اور مفسّر نے بھی اسی قول پہ اعتماد کیا ہے، اہلِ قلم نے اپنی اپنی تحقیق و جستجو کے مطابق جو کچھ ملا اسے سپرد قلم کیا۔

جن حضرات کا خیال ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ فرشتوں نے تعمیر کیا انہوں نے سورۃ آل عمران کی اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا جس میں فرمایا گیا کہ روئے زمین پہ سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ جب یہ گھر لوگوں کے لیے بنایا گیا تو لازمی بات یہ ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ زمین پہ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد الحرام میں نے عرض کیا پھر کون سی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَسجِدُ الاَقصیٰ میں نے عرض کیا ان دونوں میں کتنی مدت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اَربَعُونَ عَاماً، ان میں چالیس سال کی مدت ہے۔

علامہ ازرقی رحمہ اللہ نے علی بن حسین رحمہ اللہ کی ایک روایت کے حوالہ سے کہا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں

نقل کیا کہ جب حضرت آدمؑ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اس وقت فرشتوں نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ آدم تمہاری عبادت اچھی ہے۔

جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ بات نقل کی گئی کہ ان کے والد سے کسی نے بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا:إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً. میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، اس پر فرشتوں نے کہا:أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ. کیا تو ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو دھرتی پہ فساد برپا کریں گے، خون ریزی کریں گے حالانکہ ہم تیری تسبیح و تحمید کرتے اور تیری تقدیس کے گن گاتے ہیں۔

فرشتوں کی اس بات پر اللہ تعالیٰ کو جلال آیا، اس پر فرشتوں نے اللہ کے عرش کا طواف شروع کر دیا، ایک روایت کے مطابق فرشتوں نے بیت المعمور کا طواف شروع کر دیا، جو رب تعالیٰ کے غصّے سے پناہ مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم بیت المعمور کی سیدھ میں زمین پر ایک کعبہ بناؤ، تاکہ بنی آدم میں سے جس پر غضبناک ہوں وہ اس کی پناہ میں آجائے، پھر فرشتوں نے کھدائی کی یہاں تک کہ ساتویں زمین تک اتر گئے، اس گڑھے میں انہوں نے چٹانیں پھینکیں یہاں تک کہ وہ سطح زمین کے برابر ہو گیا، پھر انہوں نے اس کی تعمیر کی، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین پہ موجود اپنی مخلوق کو حکم دیا کہ وہ اس گھر کا اس طرح طواف کرے جس طرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

حضرت وھب بن منبہ رحمہ اللہ سے ایک خبر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے لیے جنّت کے خیموں میں سے ایک خیمہ اتارا، جسے خانہ کعبہ کی جگہ پہ رکھا گیا، تاکہ آدمؑ اس میں سکونت اختیار کریں اور اس کے گرد طواف کریں، جب تک آدمؑ اس دھرتی پہ موجود رہے یہ خیمہ بھی رہا، جب آدمؑ کی روح قبض کر لی گئی تو یہ خیمہ بھی اٹھالیا گیا۔

ایک خبر میں یہاں تک آیا کہ جب اللہ نے آدمؑ کو زمین پہ اتارا تو ان کے ساتھ ایک گھر بھی تھا، آپ اس کا طواف کرتے تھے اور آپ کی اولاد میں جو اہل ایمان تھے وہ بھی طواف کرتے تھے، یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان پر اٹھالیا اسی کو

"بیت المعمور" کہا جاتا ہے، بعض نے اس کی وضاحت یوں کی کہ آدمؑ کے ساتھ جو گھر آسمان سے زمین پہ آیا اس سے مراد یہ ہے کہ بیت المعمور جتنا گھر آیا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین بچھانے کا آغاز مکّہ سے کیا، بیت اللہ جہاں موجود ہے اس جگہ سے زمین کو پھیلانا شروع کیا، پھر اس کا نام ام القریٰ رکھا گیا، زمین پہ سب سے پہلا پہاڑ "جبل ابو قبیس" رکھا گیا جو بیت اللہ کے پڑوس میں ہے، آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کے اوّل بانی ہیں، جن لوگوں نے ان کی تعمیر سے پہلے بیت اللہ کی موجودگی کا ذکر کیا اس کا صرف اتنا مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس جگہ خانہ کعبہ تعمیر کیا جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق آدمؑ نے یہاں ایک قبہ بنایا تو فرشتوں نے کہا کہ ہم اس گھر کا طواف کر چکے ہیں، سفینہ نوح چالیس روز تک اس گھر کا طواف کرتی رہی۔

"وَصفُ الكَعبَةِ وَ تَارِيخُهَا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی طرف وحی کی کہ جب تو زمین پر اترے تو میرے لیے ایک گھر بنا، پھر اس کا اس طرح طواف کر جس طرح فرشتے آسمان پر میرے عرش کا طواف کرتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آدمؑ نے پانچ پہاڑوں سے بیت اللہ تعمیر کیا۔ ① حرا... ② ...طور سینا... ③... لبنان... ④ ...جودی... ⑤... طور زیتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا اے آدم: تو جا اور میرے لیے ایک گھر بنا، اس کا طواف کر اور اس کے پاس مجھے یاد کر، جیسے فرشتے میرے عرش کے گرد کرتے ہیں، آدمؑ نے چلنا شروع کر دیا، ان کے لیے زمین کو سکیڑ دیا گیا، جنگلات کو ہٹا دیا گیا، جہاں قدم پڑتا گیا وہاں آبادی ہوتی گئی، یہاں تک کہ آپ بیت الحرام کے پاس، پہنچ گئے، حضرت جبریلؑ نے زمین پہ پَر مارا تو ساتویں زمین تک ایک گڑھا بن گیا، فرشتوں نے اس میں چٹانیں پھینکیں، تیس تیس ایک چٹان کو اٹھا سکتے تھے۔

حضرت آدمؑ کو جب اللہ تعالیٰ نے وادی سراندیپ میں اتارا تو اس کی تاحد نگاہ وسعت اور ویرانی کی وجہ سے خوف زدہ ہوئے، اس وقت عرض کرنے لگے اے میرے رب: کیا تیری کوئی

آباد زمین نہیں جہاں میرے سوا تیری تسبیح و تقدیس کیجاتی ہو؟ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی طرف وحی کی، میں عنقریب ایسے گھر بناؤں گا جن کو میرے ذکر کے لیے اٹھایا جائے گا، میری مخلوق ان میں میری تسبیح کرے گی؟ میں اس میں ایک ایسا گھر تجھے دکھاؤں گا جسے میں نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے، اسے میں نے اپنی بزرگی سے ڈھانپ لیا ہے، میں اسے اپنے نام سے ترجیح دوں گا، اس کا نام رکھوں گا "میرا گھر" میں اپنے کام کے لیے، اسے صاف کرواؤں گا، اپنی رحمت کے لیے اسے حرمت والا بناؤں گا، اسے ایسی جگہ پہ رکھوں گا جسے میں نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے، اسے تیرے لیے اور تیرے بعد والوں کے لیے حرمت والا اور امن والا گھر بنادوں گا، اس کی رحمت کی وجہ سے میں اس کے اوپر، اس کے نیچے اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو حرمت والا بنادوں گا، جو شخص یہاں کے رہنے والوں کو امان دے گا اس کے لیے میری امان واجب ہو گئی، جو ان کو ڈرائے گا وہ انہیں میری ذمّہ داری میں خوف دلائے گا، جو ان کو عظمت دے گا وہ میری نگاہوں میں عظمت پائے گا، جو ان کی توہین کرے گا وہ میری نگاہوں سے گر جائے گا۔

جو شخص یہاں اس طرح آئے گا کہ کسی دوسری چیز کا ارادہ نہیں رکھتا ہو گا، پس اس نے میرا دیدار کر لیا، میری مہمانی قبول کی، وہ میرے پاس آیا اور میرا مہمان بنا، میرا حق ہے کہ میں اسے اپنی بزرگی کی چادر میں ڈھانپ لوں، اور ہر شریف و کریم کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مہمان، اپنے دیدار کرنے والے کا اکرام کرے، اور ان میں سے ہر ایک کی حاجت پوری کرے، جب تک تو زندہ رہے اسے آباد رکھ، پھر اسے تیری اولاد میں سے تیرے بعد امتیں اور انبیاء آباد رکھیں، امۃً بعد امۃٍ، نبیاً بعد نبیٍ یہاں تک کہ یہ سلسلہ میرے نبی محمد ﷺ تک پہنچے، جو آپ کی اولاد میں سے ہوں گے، جو کہ خاتم النبیین ہوں گے، میں اسے اس کے آباد کنندگان میں سے بناؤں گا، اس کے رہائشیوں میں سے بناؤں گا، اس کے محافظوں سے بناؤں گا، اس کے والیوں سے بناؤں گا، اس کے سقایہ میں سے بناؤں گا، وہ جب تک زندہ رہے گا میرا امین ہو گا، جب وہ میری طرف پلٹے گا مجھے پالے گا، میں نے اس کے لیے اجر و فضیلت کا ذخیرہ کر رکھا ہے۔ (وصف الکعبہ و تاریخہا ص۳۶، ص۳۷)

یہی در ہے جہاں شاہانِ دنیا سر جھکاتے ہیں
سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں

اسی گلشن میں تیرا غنچہ امید کھلنا ہے
اسی در گاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

دھب ابن منبہ رحمۃ اللہ کی خبر کے مطابق سب سے پہلے پتھر اور گارے سے بیت اللہ شریف تعمیر کرنے والے حضرت شیثؑ ہیں، کہ جب آدمؑ فوت ہو گئے تو وہ خیمہ اٹھ گیا، اس کی جگہ ان کی اولاد نے پتھر سے کچھ تعمیر کی، طوفان تک یہ سلسلہ یونہی رہا، طوفان کے وقت اسے اٹھالیا گیا، دو ہزار سال تک زمین غیر آباد رہی، یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ تک یونہی چلتا رہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق طوفان نوح میں بیت اللہ اٹھالیا گیا تھا، اس کے بعد جو انبیاءؑ حج و طواف کرتے تھے انہیں اس کا علم نہ تھا کہ بیت اللہ کہاں ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو راہ سجھائی تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی بنیاد پہ اسے اٹھایا، انہوں نے اس کی لمبائی سات ہاتھ رکھی، زمین میں تین ہاتھ اس کی بنیاد تھی، حجر اسود کو بیت اللہ میں شامل کیا، انہوں نے چھت نہیں بنائی تھی، ایک دروازہ بنایا تھا، اس کے قریب ایک کنواں کھودا جس میں نذرانہ دینے والوں کے نذرانے ڈالے جاتے تھے۔

بیت اللہ شریف کا جہاں جہاں ذکر آتا ہے معاً ابراہیمؑ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، کسی نبی اور رسول کا تذکرہ بیت اللہ کے ساتھ اس قدر نہیں ہوا جتنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہوا، اس لیے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کی، اللہ نے اپنے خلیل کا اسے ٹھکانہ بنایا، اللہ نے اس کی طرف ان کی راہنمائی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انہیں راہنمائی کی، آسمان کی صفات میں یہ بات آئی ہے کہ آسمانوں پہ فرشتوں کا ایک کعبہ ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے، فرشتوں کا کعبہ بیت اللہ کی سیدھ میں ہے، اگر بیت المعمور سے کوئی چیز گرائی جائے تو عین خانہ کعبہ کی چھت پہ گرے، اسی طرح ساتوں آسمانوں کے عبادت خانے ہیں، بعض اسلاف نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہر آسمان پہ ایک گھر ہے، جس پہ اس آسمان کے رہنے والے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس عبادت خانے کی حیثیت ان کے نزدیک ایسی ہی ہے، جیسے زمین والوں کے ہاں بیت اللہ شریف کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ارشاد فرمایا کہ جس طرح آسمان کے فرشتوں کے لیے ہر آسمان پر عبادت خانہ

ہے آپ اسی طرح زمین والوں کے لیے زمین پر عبادت خانہ تعمیر کریں، اللہ تعالیٰ نے خود اس جگہ کی طرف ان کی راہنمائی بھی کی، یہ مقام اللہ کے علم میں آسمان و زمین کی تخلیق کے وقت بھی تھا، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت حرمت عطاء کی، اور یہ حرمت قیامت کی صبح تک یونہی رہے گی۔

حضرت سیدنا ابراہیمؑ جب بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا چکے تو بارگاہ خداوندی میں دست دعاء بلند کرتے ہوئے عرض کرنے لگے۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ اے اللہ: ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بے شک تو خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے۔

پھر سیدنا ابراہیمؑ نے یہ دعاء کی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَداً اٰمِناً وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اے اللہ: اس شہر کو امن کا گہوارا بنا، اس کے باشندوں کو پھلوں میں سے رزق کی فروانی دے، جو ان میں سے اللہ اور آخرت پر ایمان لائے، جو کفر کرے اسے بھی تھوڑا سا دے پھر اسے دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل دے جو بُرا اٹھکانہ ہے۔

قرآنی اسلوب اور عربی قواعد کی رو سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بنیادیں اٹھا رہے تھے ساتھ ہی ساتھ قبولیت کی دعاء بھی کرتے چلے جا رہے تھے اور یہ بھی دعاء کر رہے تھے کہ اے اللہ: ہمیں اپنا تابع دار بنا، ہماری اولاد کو تابع دار امت بنا، ہمیں عبادت کے گُر سکھا، ہماری توبہ قبول کر لے، تو توبہ قبول کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب دیوار کو حجر اسود تک اٹھا چکے تو اسماعیل علیہ السلام کو فرمانے لگے کہ اے اسماعیل: مجھے پتھر لا دے جو میں اس مقام پہ رکھوں، تا کہ وہ لوگوں کے لیے ایک نشان رہے جہاں سے وہ طواف شروع کریں گے، اللہ تعالیٰ نے طوفان نوح کے دوران اسے جبل ابو قبیس پہ رکھوا دیا تھا، جبل ابو قبیس بیت اللہ شریف کے قریب ہی ہے، پھر اللہ نے اس پہاڑ کو حکم دیا کہ جب تو دیکھے کہ میرا خلیل بیت اللہ بنا رہا ہے تو تُو اسے نکال دینا، حضرت جبریلؑ یہ پتھر لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اس جگہ پہ رکھ دیا، اس وقت یہ پتھر اپنی سفیدی کی وجہ سے خوب چمکتا تھا، اس کی روشنی شرق و غرب، یمن اور شام کو چمکا رہی تھی، اس کی روشنی ہر سمت سے حدود حرم کے آدھے حصّے کو روشن کر رہی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجر اسود کو حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے لائے، اور جہاں آج تم اسے رکھا ہوا دیکھتے ہو اسے یہاں جبریل علیہ السلام نے ہی رکھا تھا، اور تم ہمیشہ خیر و عافیت میں رہو گے جب تک یہ تمہارے بیچ میں موجود ہے، اسے پکڑو جہاں تک ہو سکے، کیونکہ ہو سکتا ہے یہ وہاں ہی لوٹ جائے جہاں سے آیا ہے۔

''وصف الکعبہ'' نامی ایک کتاب جو عربی زبان میں دارالغد مصر سے شائع ہوئی ہے میں سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ الخ نقل کرنے کے بعد ابن جریج کے حوالے سے ایک عجیب بات لکھی گئی ہے وہ یہ کہ ''کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا، اس بادل میں ایک سر تھا، اس سر نے کہا اے ابراہیم! آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے کہ اس بادل کے بقدر لے لو، ابراہیم علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا اور اس کو حقیر سمجھ رہے تھے، پھر اس سر نے کہا! اس نے ایسا کیا اور کھدائی کی، زمین سے ایک صحیح و سالم بنیاد ظاہر ہوئی'' (وصف الکعبہ ص ۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شام میں ابراہیمؑ کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تو ان کے ساتھ ان کا بیٹا اسماعیل اور اس کی ماں حضرت ہاجرہؓ بھی تھیں، ان کے ساتھ ایک سکینہ بھی بھیجا، جس کی زبان تھی اور وہ اس سے گفتگو کرتا تھا، حضرت ابراہیمؑ اس سکینہ کے ساتھ صبح کرتے جب وہ صبح کرتا اور شام کرتے جب وہ شام کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ سکینہ ان کو مکہ لے گیا، اس نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا کہ میری اس جگہ پر بنیاد بنا، پھر انہوں نے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کو اٹھایا، یہاں تک کہ حجر اسود تک بلند کر دیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو فرمایا کہ میرے لیے پتھر ڈھونڈ کر لا جسے میں لوگوں کے لیے بطور نشان رکھ دوں، حضرت اسماعیل علیہ السلام ایسا پتھر لائے جو حضرت ابراہیمؑ کو پسند نہ آیا، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کوئی اور پتھر دیکھو، پھر حضرت ابراہیمؑ پتھر کی تلاش کے لیے چلے گئے، اور اس پتھر کے پاس پہنچے، حضرت ابراہیم علیہ السلام حجر اسود لائے اور انہوں نے اسے وہاں رکھ دیا، بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا اے ابا جان! آپؑ کے پاس یہ پتھر کون لایا؟ انہوں نے فرمایا، یہ پتھر میرے پاس وہ ذات لائی جس نے مجھے تیرے حوالے نہیں کیا۔ یہ پتھر جو حضرت

ابراہیمؑ لائے یہ سفید تھا، جو یاقوتِ جنّت سے تھا، آدم علیہ السلام اسے جنّت سے ہمراہ لائے تھے، مختلف روایات میں آدمؑ اور جبریلؑ کا ذکر ملتا ہے، بہر حال جس نے بھی جنّت سے اسے زمین تک پہنچایا، پہنچا دیا، مگر اتنی بات ہے کہ یہ پتھر جنّت سے آیا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نقد صلہ یہ عطاء کیا کہ انہیں ایک گھوڑا عطاء فرمایا، یہ گھوڑا دوسرے وحشی جانوروں کی طرح تھا، جب اللہ تعالیٰ نے دونوں باپ بیٹے کو تعمیر کعبہ کا حکم دیا تو دونوں کو ارشاد فرمایا! اِنِّی مُعطِیکُمَا کَنزاً اَدَّخرتُہٗ لَکُمَا میں نے تم دونوں کو ایک خزانہ دیا ہے، جسے میں نے تمہارے لیے ذخیرہ کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اجیاد کی سمت نکلیں، پھر پکاریں وہ خزانہ تمہارے پاس آئے گا، حضرت اسماعیل علیہ السلام اجیاد کی سمت نکلے جو ان کا وطن تھا، مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ پکارا کیا ہوتا ہے۔ اور خزانہ کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بات ڈالی، پھر ارض عرب پہ کوئی گھوڑا ایسا نہ تھا جو ان کے پاس نہ آتا، اللہ نے انہیں ان کی دسترس میں دیا اور فرمایا کہ ان پہ سوار ہو جاؤ، انہیں چارہ ڈالو، یہ تمہارے لیے برکت کی چیزیں ہیں، گھوڑے کو اسی بناء پر عربی گھوڑا کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہیں بلانے کا حکم دیا گیا اور یہ ان کے پاس آئے (وصف الکعبہ ص ۴۱)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ کعبہ اس وقت تک رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر یہ گر گیا تھا، پھر اسے عمالقہ نے تعمیر کیا، کچھ عرصہ بعد وہ بھی گر گیا تو جرہم نے اسے تعمیر کیا پھر قصی بن کلاب نے تعمیر کیا۔

مختلف احادیث و روایات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا، پہلی مرتبہ اس وقت جب آپ کا بچپن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معصوم اور نازک کاندھے پہ پتھر اٹھا اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے، دوسری مرتبہ جب آپ کی عمر مبارک پینتیس سال تھی، قریش کے درمیان حجر اسود کی تنصیب کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نزاع میں ان کے مابین فیصل کا کردار ادا کیا۔

قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو ان کے لیے یہ مشکل پیدا ہو گئی کہ ایک سانپ انہیں بیت اللہ کی قدیم عمارت کے گرانے کے راستے میں سخت رکاوٹ بن گیا، اس مشکل کے وقت قریش مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو گئے، بار گاہ الٰہی میں زاری کرنے لگے، کہ اے اللہ! ہم تیرے گھر کی تزئین و آرائش کا ارادہ کر چکے، ہمیں محروم نہ فرما، اگر تو ہمارے اس ارادے پہ راضی ہے تو فبہا ورنہ جو تیری مرضی ایسا کر، اتنے میں انہوں نے آسمان کی طرف ایک بڑے پرندے کے پھڑ پھڑاتے پر کی آواز سنی، جو گدھ سے بڑا تھا، وہ سیاہ پشت، سفید شکم اور دو ٹانگوں والا تھا، اس نے سانپ کی گدّی میں اپنے پنجے گاڑھے، پھر اسے اس طرح لے گیا کہ سانپ کی دم گھسٹ رہی تھی، یہ پرندہ اسے اجیاد کی سمت لے گیا، بعد میں قریش نے اسے گرا دیا اور پتھروں سے اس کی تعمیر کی، قریش اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے، بیس ہاتھ لمبائی تک تعمیر کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت عباسؓ جب بیت اللہ کے پتھر اٹھانے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی پاک ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ اپنا تہبند اپنے کندھے پہ رکھ لیں، نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، فرمانے لگے کہ مجھے میری تہبند دے دو، پھر آپ ﷺ نے اپنی تہبند دوبارہ باندھ لی۔ (بخاری و مسلم کتاب الحج و کتاب الحیض)

اسلام کی آمد سے پہلے لوگ بیت اللہ شریف کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے، وہ اسے عیب نہیں سمجھتے تھے، خانہ کعبہ کے لیے پتھر اٹھا کر لاتے، پتھر کی چبھن سے بچاؤ کے لیے کندھے پہ کپڑا رکھنے کی ضرورت پڑتی، غربت کا زمانہ تھا، وہ اپنے تہبند ہی اتار کر کندھے پہ رکھ لیتے تھے، حضرت نبی اکرم ﷺ کے بچپن میں جب خانہ کعبہ تعمیر ہوا تو آپ کم عمر بچے تھے، آپ کا احساس کرتے ہوئے چچا نے کندھے پہ تہبند رکھنے کا ارشاد فرمایا، تو آپ ﷺ نے جو نہی تہبند نکالا تو گر پڑے اور حضرت عباسؓ کو فرمانے لگے میرا کپڑا لاؤ، پھر اس کے بعد آپ ﷺ کبھی ننگے نہیں ہوئے سوائے غسل کے، آپ کا ارشاد ہے فَاعتَفَلَت رِجلِي فَخَرَرتُ وَسَقَطَ ثَوبِي فَقُلتُ لِلعَبَّاسِ: هَلُمَّ ثَوبِي، فَلَستُ أَتَعَرَى بَعدَهَا إِلَّا إِلَى الغُسلِ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا کہنا ہے کہ مجھے میرے والد گرامی حضرت عباسؓ نے بتایا کہ جب قریش نے خانہ کعبہ بنایا

تو دو دو آدمی علیحدہ ہو کر جاتے اور پتھر ڈھو کر لاتے تھے، میں اور میرا بھتیجا (حضرت محمد ﷺ) تھے، ہم اپنے تہبند پہن لیتے تھے، حضرت محمد ﷺ میرے آگے ہوتے تھے، اچانک وہ گر پڑے، میں نے انہیں اٹھانے کی کوشش کی، ان کی آنکھیں پتھرا رہی تھیں، میں نے اپنے بھتیجے کو پوچھا، تجھے کیا ہوا؟ تو اس نے کہا نُهِيتُ أَنْ أَمشِي عُريَاناً، مجھے ننگے ہو کر چلنے سے روکا گیا ہے، میں نے اس واقعہ کو صیغہ راز میں رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نبوت کو ظاہر کر دیا۔ (وصف الکعبہ ص ۴۴)

حضرت عکرمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یوں نقل کیا کہ: فَكَانَ أَوَّلُ شَئٍ رَأَى مِنَ النُّبُوَّةِ نبوت کی باتوں میں سے پہلی بات تھی جو آپ ﷺ نے دیکھی تھی۔ (وصف الکعبہ

آپ ﷺ کا ایک ارشاد گرامی سیرت ابن اسحاق میں یوں لکھا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: إِنِّي لَمَعَ غِلْمَانٍ هُمْ أَسْنَانِي قَدْ جَعَلْنَا أُزُرَنَا عَلَى أَعْنَاقِنَا لِحِجَارَةٍ نَنْقُلُهَا، نَلْعَبُ بِهَا، إِذْ لَكَمَنِي لَاكِمٌ لَكْمَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ قَالَ: اشْدُدْ عَلَيْكَ إِزَارَكَ (دلائل النبوۃ) میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ تھا، ہم نے پتھر اٹھانے کے لیے اپنے کندھوں پہ اپنے تہبند رکھے، اچانک مجھے کسی مکّا مارنے والے نے زور دار مکّا مارا، پھر کہا اپنے اوپر اپنی تہبند باندھ لو۔

زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی تعمیر تہہ بہ تہہ پتھروں سے ہوئی تھی، اس کی چنائی میں صرف اور صرف اسی وادی کا پتھر استعمال ہوا تھا، یہ پتھر اجیاد سے لایا جاتا تھا، گارے کی لپائی تک بھی نہیں کی گئی تھی، کھلے کھلے سوراخ نمایاں دکھائی دیتے تھے، بکری کا ایک سالہ بچہ بآسانی ان سوراخوں سے گزر سکتا تھا، خانہ کعبہ پر کپڑا لٹکا دیا جاتا تھا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کا ایک واقعہ یوں بھی ہے کہ روم سے ایک سمندری جہاز آیا، جو جدّہ کی سمت بڑھتا ہوا آگے چل رہا تھا، جدّہ کے قریب پہنچ کر یہ جہاز ٹوٹ گیا، قریش کو اطلاع ملی تو اس طرف چلے گئے تاکہ اس جہاز کی لکڑیاں لے آئیں، انہوں نے اس جہاز میں ایک رومی ترکھان "باقوم" کو دیکھا، جسے وہ لکڑیوں سمیت لے آئے تاکہ بیت اللہ کی تعمیر کریں۔

ایک واقعہ اور بھی ہے جو قریش کے لیے خانہ کعبہ کی تعمیر کا باعث بنا کہ ایک شخص نے خانہ کعبہ کے قریب انگیٹھی جلائی، اس کی انگیٹھی سے چنگاریاں اڑ اڑ کر غلاف کعبہ کو پہنچ گئیں،

جس سے خانہ کعبہ کا کپڑا جل گیا، قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ کیسے؟ اور کیونکر گرایا جائے؟ کیونکہ وہ کعبہ کے تقدس کی وجہ سے اس کے انہدام سے بہت خائف تھے، ولید نے کہا کہ :إِنَّ اللّٰهَ لَا يُهلِكُ مَن يُّرِيدُ الإِصلَاحَ جو درستگی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اسے ہلاک نہیں کرتا، پھر وہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا حضرت عباسؓ اس کے ہمراہ تھے، انہوں نے عرض کیا اَللّٰهُمَّ لَا نُرِيدُ اِلَّا الاِصْلَاحَ اے اللہ: ہم درستگی کا ارادہ رکھتے ہیں،

پھر انہوں نے خانہ کعبہ کو گرادیا، لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ صحیح و سالم ہیں تو انہوں نے بھی ان کی پیروی کی، مؤرخین کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر کا یہ واقعہ حضرت نبی پاک ﷺ کے اعلان نبوت سے پندرہ سال پہلے کا ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جس مقام پر خانہ کعبہ ہے یہ نشیب میں ہے، جب کہ اس کے ارد گرد پہاڑ تھے، پہاڑوں سے بارشی پانی نالوں کی شکل دھارتا ہوا اس مقام پہ جمع ہو جاتا تھا، جو خانہ کعبہ کی بنیادوں میں داخل ہو جاتا تھا، اس وقت پتھروں کی چنائی ہوتی تھی، قریش نے جب یہ منظر دیکھا تو انہوں نے خانہ کعبہ کو بلند کرنے اور اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ کر لیا، یہ وہ وقت تھا جب چور خانہ کعبہ کا خزانہ لے اڑے تھے، اس خزانے کی کھوج خزاعہ قبیلہ کے ملیح بن عمرو کے ایک غلام "دویکا" نے لگائی تھی، قریش نے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا، قریش کا خیال تھا کہ چوروں نے خزانہ لوٹ کر اس غلام کے پاس رکھا تھا۔

جب قریش اپنے عزم و ارادے کی تکمیل کے لیے تیار ہو گئے تو ابووھب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم اٹھا، کعبہ سے ایک پتھر اٹھایا، وہ پتھر اس کے ہاتھ سے پھسل کر دوبارہ اپنی جگہ پہ پہنچ گیا، پھر اس نے کہا! اے گروہ قریش: تم میں کوئی شخص بیت اللہ کی تعمیر میں پاکیزہ مال کے علاوہ نہ خرچ کرے، کوئی شخص کسی بدکارہ عورت کی کمائی نہ لگائے، کوئی شخص سودی رقم نہ لگائے، کوئی شخص ظلم و ستم سے حاصل شدہ کمائی نہ لگائے۔

ابووھب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے والد کے خالو تھے، وہ ایک شریف آدمی تھے، ان کے بارے میں ایک عرب شاعر نے کچھ اشعار بھی کہے تھے۔

وَلَوْ بِأَبِي وَهْبٍ أَنَخْتُ مَطِيَّتِي ... غَدَتْ مِنْ نَدَاهُ رَحْلُهَا غَيْرَ خَائِبِ

بِأَبْيَضَ مِنْ فَرْعَيْ لُؤَيّ بْنِ غَالِبٍ ... إِذَا حُصّلَتْ أَنْسَابُهَا فِي الذّوَائِبِ

أَبِيّ لِأَخْذِ الضّيْمِ يَرْتَاحُ لِلنّدَى ... تَوَسّطَ جَدّاهُ فُرُوعَ الْأَطَايِبِ

عَظِيمِ رَمَادِ الْقِدْرِ يَمْلَا جِفَانَهُ ... من الخبز يعلوهنّ مثل السّبائب

ایک وقت ایسا آیا جب قریش نے کعبۃ اللہ کی برکات ہر قبیلے تک پہنچانے کے لیے اسے کئی حصّوں میں بانٹ دیا تھا، بنی عبد مناف اور زہرہ کے لیے باب الکعبہ والا حصّہ آیا، بنی مخزوم کے لیے حجر اسود اور رکن یمانی والا حصّہ، بنو جمح کے لیے کعبۃ اللہ کی پشت والا حصہ آیا، بنو عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی کے لیے بھی ایک حصہ تھا، بنی عبد الدار بن قصی کے لیے حجر اسود کا ایک حصہ تھا اور بنو اسد بن عبد العزی بن قصی اور بنو عدی بن کعب بن لوی کے لیے حطیم والا حصہ تھا۔

مؤرخ ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ مجھے بتایا گیا کہ قریش کو حجر اسود کے پاس سے ایک کتاب ملی جو سریانی زبان میں تھی، انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کیا ہے؟ چنانچہ زفر قبیلے کے ایک آدمی نے یہ کتاب انہیں پڑھ کر سنائی، اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

أَنَا اللّٰهُ ذُو بَكَّةَ، خَلَقْتُهَا يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَصَوَّرْتُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، وَحَفَفْتُهَا بِسَبْعَةِ أَمْلَاكٍ حُنَفَاءَ لَا تَزُولُ حَتَّى يَزُولَ أَخْشَبَاهَا مُبَارَكٌ لِأَهْلِهَا فِي الْمَاءِ وَاللَّبَنِ. میں اللہ ہوں، بکّہ والا، میں نے اسے پیدا کیا جس دن میں نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا اور سورج، چاند کو بنایا تھا، اسے میں نے سات املاک سے گھیر رکھا ہے، یہ اس وقت تک رہے گا جس وقت تک اس کے پہاڑ باقی ہیں، یہاں کے باشندوں کے لیے دودھ اور پانی کے لحاظ سے برکت والا ہے۔

مقام ابراہیم سے ایک کتاب ملی جس میں لکھا تھا مَكَّةُ [بيت] اللّٰهِ الْحَرَامُ، يَأْتِيهَا رِزْقُهَا مِنْ ثَلَاثَةِ سُبُلٍ مکہ میں اللہ کا حرمت والا گھر ہے، یہاں تین طرف سے رزق پہنچتا ہے، لیث بن ابی سلیم کا کہنا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے چالیس سال پہلے انہیں کعبۃ اللہ سے ایک پتھر ملا، اس پہ لکھا تھا

مَنْ يَزْرَعْ خَيْرًا يَحْصُدْ غِبطَةً، وَمَنْ يَزْرَعْ شَرًا يَحْصُدْ نَدَامَةً، يَعمَلُونَ السَّيِّئَاتِ وَيُجزَونَ الْحَسَنَاتِ؟ أَجَلْ كَمَا يُجْتَنَى مِنَ الشَّوْكِ الْعِنَبُ، جو نیکی اور بھلائی کاشت کرے گا وہ رشک

کاٹے گا، جو بدی اور برائی کاشت کرے گا وہ شرمندگی کاٹے گا، تم برے عمل کرتے ہو اور نیکیوں کی آرزو رکھتے ہو؟ ہاں: اسی طرح جس طرح کانٹے سے انگور نہیں چنا جاتا۔

قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے لیے پتھر اکھٹے کیے، ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ اس کی تعمیر کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا، انہوں نے تعمیر شروع کر دی، جب اس جگہ تک پہنچے جہاں حجر اسود رکھا ہوا ہے، تو ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو وہ اسے اپنے مقام پہ نصب کرے، دوسرا کوئی قبیلہ یہ سعادت حاصل نہ کر سکے، بحث مباحثہ اختلاف و انتشار کا سلسلہ باہم ضرب و قتال کی تیاری تک جا پہنچا، بنو عبد الدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ قریب کیا پھر انہوں نے اور بنو عدی بن کعب بن لوئی نے اس پر موت کا عہد و پیمان کیا، انہوں نے خون بھرے اس پیالے میں اپنے ہاتھ ڈال دیئے، قریش چالیس یا پچاس راتوں تک ٹھہرے رہے، اس کے بعد وہ مسجد میں جمع ہوئے جہاں انہوں نے اس سلسلہ میں ایک دوسرے سے مشاورت کی۔

چنانچہ قریش کے ایک سن رسیدہ شخص ابو امیہ بن مغیرہ نے قریش کو کہا: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اجْعَلُوا بَيْنَكُمْ فِيمَا تَخْتَلِفُونَ فِيهِ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ مِنْ بَابِ هَذَا الْمَسْجِدِ يَقْضِي بَيْنَكُمْ فِيهِ.فَفَعَلُوا، اے گروہ قریش: جس بات پہ تم آپس میں کشا کش کا شکار ہو اس میں آپس میں کسی کو فیصل مقرر کر وایسے شخص کو جو سب سے پہلے اس مسجد کے دروازے سے داخل ہو گا وہی تمہارا فیصلہ کرے گا، پھر وہ ایسا کر گزرے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت نبی اکرم ﷺ وہ شخص تھے جو دروازے سے داخل ہو رہے تھے، جب قریش نے آپ ﷺ کے روئے انور کو دیکھا تو پکار اٹھی هَذَا الْأَمِينُ رَضِينَا، هَذَا مُحَمَّدٌ، یہ امانت دار ہیں، ہم راضی ہیں، یہ محمد ہیں۔

جب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ کو پورا معاملہ بتا دیا، یہ نبوت و رسالت سے پہلے کا واقعہ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا: هَلُمُّوا إِلَيَّ ثَوْبًا کپڑا میرے پاس لاؤ، چنانچہ کپڑا آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے حجر اسود کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کپڑے پر رکھ دیا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لِتَأْخُذْ كُلُّ قَبِيلَةٍ بِنَاحِيَةٍ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ ارْفَعُوهُ جَمِيعًا، ہر قبیلہ کو چاہیے کہ وہ اس کے کنارے سے پکڑے،

پھر سب اسے اٹھاؤ، چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا، جب اس جگہ تک اٹھا چکے جہاں حجر اسود کو رکھنا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر حجر اسود کو وہاں نصب کر دیا، یہ آپ کی دانائی، حکمت اور تدبیر تھی کہ قبائل باہم دست و گریبان اور خون ریزی سے بچ گئے۔

قریش نے بڑے چاؤ سے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، یہ تعمیر ۶۴ھ تک رہی، یزید بن معاویہؓ کا دور حکومت تھا کہ ۶۴ھ میں یزید کے ایک کمانڈر حصین بن نمیر کندی نے مسجد الحرام کا محاصرہ کر لیا، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ یہاں ہی موجود تھے، حصین بن نمیر نے جبل ابی قبیس پر منجنیق لگائی اور بے دریغ سنگباری شروع کر دی، اس سنگباری سے کعبۃ اللہ کی تمام دیواریں ہل کر رہ گئیں، حجر اسود تین جگہ سے اسی سنگباری سے پھٹا تھا، مسجد الحرام کو سخت نقصان پہنچا تھا، اسی محاصرے کے دوران یہاں اطلاع پہنچی کہ یزید مر گیا ہے، اطلاع پاتے ہی حصین بن نمیر کندی نے محاصرہ ختم کر دیا، بھاگم بھاگ مدینہ کی راہ لی، مدینہ سے ہوتے ہوئے شام کی طرف نکل گیا۔

حالات کی سنگینی اختتام کو پہنچی، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ مکہ کے حکمران مقرر ہوئے، آپ نے تخت شاہی پہ جلوہ افروز ہوتے ہی کعبہ کی تعمیر نو کی طرف اپنی توجہات مبذول کیں، آپ نے جمادی الثانی ۶۴ھ میں کعبہ کو مکمل شہید کروا کر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پہ نئے سرے سے تعمیر کا آغاز کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: يَا عَائِشَةُ، لَولَا اَنَّ قَومَكَ حَدِيثَ عَهدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرتُ بِالبَيتِ فَأُدخَلتُ فِيهِ مَا أُخرِجَ مِنهُ وَأَلزَقتُهُ بِالاَرضِ وَجَعَلتُ لَهُ مَابَينَ شَرقِياًوَّ بَاباً غَربِياً فَبَلغتُ بِهِ آسَاسَ اِبرَاهِيمَ اس میں آپ ﷺ نے قریش کی تعمیر کو نامکمل قرار دیا تھا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے مطابق اسے تعمیر کرتا۔

یہی ارشاد نبوی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو نئی تعمیر پہ ذہنی یکسوئی مہیا کر رہا تھا۔ جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرش تک کعبہ کو منہدم کروا چکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد تک پہنچنے کے لیے حجر اسماعیل کی طرف سے کھدائی شروع کی گئی، چھ ہاتھ ایک بالشت کھدائی

کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد تک پہنچے، جب چاروں طرف سے کھدائی ہو چکی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد ظاہر ہوئی، یہ بنیاد اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔

حصین نمیری نے کعبہ کو سخت نقصان پہنچایا تھا، دیواریں ہلا دی گئی تھیں، اگر ایک پرندہ بھی دیوار پہ بیٹھتا تو پتھر گرنے لگتے تھے، حضرت عبداللہؓ نے اسے شہید کروادیا، موسم حج سر پہ آن پہنچا، آپ نے بیت اللہ کو یونہی رہنے دیا تاکہ آنے والے لوگوں کو علم ہو سکے کہ اہل شام نے اللہ کے گھر کے ساتھ کس قدر زیادتی کی، چنانچہ اگلے سال حج تک اس کی تعمیر مؤخر کر دی تھی، اگلے موسم حج یعنی ۶۵ھ میں اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو روک دیا تھا کہ وہ اسے نہ گرائیں، مگر انہوں نے یہ جواب دیا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے گھر کو جلا دے تو اسے بناتا ہے، اسے نیا کرتا ہے، میں نے تو تین بار اللہ سے خیر طلب کی ہے، پھر اسے گرانے کا ارادہ کیا ہے۔

شروع میں لوگ گھبرا رہے تھے، مگر ایک شخص نے ہمت کی، وہ کعبہ پر چڑھا، پھر لوگوں میں ہمت پیدا ہو گئی، انہوں نے بھی انہدامی سلسلے میں حصّہ ڈالا اور خانہ کعبہ کو گرا دیا، یہاں تک کہ اسے زمین کے ساتھ ملا دیا، بعض روایات کے مطابق ابن زبیرؓ نے خود گرایا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد تک جب پہنچے تو بڑے بڑے سرداروں کو بلایا گیا اور انہیں اس حسنِ تعمیر سے آگاہ کیا گیا، رب العالمین کی حمد و ثناء کی گئی۔

مکہ کے اعیان و سردار جب بنیاد ابراہیمی کو دیکھ چکے تو انہیں گواہ بنانے کے بعد حضرت عبداللہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تعمیر کعبہ کی تکمیل کی۔

حجر اسود سے رکن عراقی کی مشرقی دیوار ۳۲ ہاتھ
رکن عراقی سے رکن شامی کی شمالی دیوار ۲۲ ہاتھ
رکن شامی سے رکن یمانی کی مغربی دیوار ۳۱ ہاتھ
رکن یمانی سے حجر اسود کی جنوبی دیوار ۲۰ ہاتھ رکھی

دیواروں کی لمبائی ۲۷ ہاتھ رکھی، تمنائے نبوی ﷺ کے مطابق آپؓ نے مشرقی دروازے کے علاوہ غربی دروازہ بھی رکھا، کعبہ کے اندرونی فرش کو زمین کے برابر رکھا، تاکہ حجاج، معتمرین اور زائرین شرقی دروازے سے داخل ہوکر غربی دروازے سے آسانی کے ساتھ باہر نکل سکیں، ان دروازوں کی لمبائی زمین سے اوپر تک گیارہ ہاتھ رکھی، ان دونوں دروازوں کے "دو کواڑ تھے، پہلے کی طرح چھت لکڑی کی ڈالی، اسے سہارا دینے کے لیے تین ستون کعبہ کے درمیان میں ایک ہی صف میں برابر فاصلوں پہ رکھے، چھت تک پہنچنے کے لیے رکن عراقی کی طرف ٹیڑھی لکڑیوں کی سیڑھی بنائی، روشنی کے لیے چھت کے چاروں گوشوں میں ایک ایک روشن دان رکھا، ان میں بلق نامی سنگ مرمر رکھا گیا تھا، جو دن کے وقت خود ہی روشن ہو جاتا اور رات کو خود بخود تاریک ہو جاتا تھا۔

تعمیر کعبہ کے دوران لکڑی کے کچھ ستون باہر کھڑے کیے گئے تھے، جن پر پردے ڈالے گئے تھے، یہ پردے تعمیر کی تکمیل تک لکڑی کے ستونوں پہ پڑے رہے، لوگ باہر ہی سے طواف کرتے اور اشارے سے استلام حجر اسود کرتے تھے۔

تعمیر کی تکمیل ہوگئی تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے کعبۃ اللہ کے اندرونی حصّے کو مشک وغیرہ اور بیرونی حصے کو مشک سے اوپر سے نیچے تک معطر کرنے کا اہتمام فرمایا، کعبہ پر مصری ریشم کا غلاف چڑھایا، تعمیر سے بچے ہوئے پتھروں سے مطاف کی تعمیر کی گئی جو کعبہ کے چاروں طرف گولائی میں دس ہاتھ چوڑی دیوار تھی۔

کعبہ کی چھت پر شمالی جانب میزاب رحمت کو حسبِ سابق رکھا گیا اس طرح کہ بارش کا پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام والے حصے میں گرے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تنعیم سے احرام باندھا اور عمرہ کرتے ہوئے کعبہ کے چاروں ارکان کا پہلی بار استلام کیا، یہ استلام دس سال تک جاری رہا۔

دس سال بعد ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے عبد المالک بن مروان کے اشارے پہ لشکر جرّار لے کر مکہ پہ چڑھائی کر دی تھی، حضرت عبد اللہؓ کو شہید کر دیا گیا تھا، عبد الملک بن مروان کے کہنے پر چالیس ہزار فوج نے حجاج کی کمان میں مکہ کو گھیر لیا تھا، ایک ماہ تک یہ محاصرہ جاری

رہا، منجنیق کے ذریعے حجاج مکہ پر پتھر برساتا رہا، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھی اس سخت ترین حملے کا مقابلہ نہ کر سکے، چنانچہ وہ عاجز آ کر خفیہ طور پر حجاج سے مل گئے، ۱۷ جمادی الاوّل ۷۳ھ منگل کے دن حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پھانسی دے دی گئی تھی۔

حجاج نے عبد الملک بن مروان کو خط لکھا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو تبدیل کر دینا چاہیے، عبد الملک نے حجاج کو اجازت دے دی، چنانچہ اس نے تعمیر کعبہ کو زمانہ جاہلیت کی تعمیر کی طرز پر کر دیا، یعنی حجر اسماعیل کی جانب سے کعبہ مشرفہ کو پھر چھ ہاتھ ایک بالشت چھوٹا کر دیا، دو دروازوں کے بجائے ایک دروازہ کر دیا، کعبہ کے فرش کو پھر سے چار ہاتھ ایک بالشت اونچا کر دیا، اس وجہ سے گیارہ ہاتھ لمبا دروازہ چھوٹا ہو گیا، اس کے علاوہ باقی تعمیر کو اسی طرح رہنے دیا گیا۔

۷۵ھ کو عبد الملک ابن مروان حج کے لیے گیا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تو نبوی خواہش پر اس طرح تعمیر کی تھی، اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی تعمیر پر ہی کعبہ کی تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو بڑے بڑے علماء جن میں امام مالک رحمہ اللہ کا نام بھی آتا ہے نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اس طرح جو بادشاہ آئے گا وہ اپنی خواہش کے مطابق اسے تعمیر کرتا رہے گا، یوں بیت اللہ بادشاہوں کے ہاتھ کا کھلونا بن جائے گا، چنانچہ عبد الملک مان گیا اور حجاج بن یوسف والی تعمیر ہی رہنے دی۔

حجاج کی تعمیر ۷۴ھ سے لے کر ۱۰۲۹ھ تک کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی ضرورت پیش نہیں آئی، بس اتنا ہوتا رہا کہ میزاب رحمت والی شمالی دیوار کی مرمت ہوتی رہی، یا پھر باب کعبہ کو تبدیل کیا جاتا رہا، کعبہ کی اندرونی سیڑھیاں تبدیل کر دی گئیں، ستون بدل دیئے گئے یا میزاب رحمت پر سونے کا پتر اچڑھایا گیا، یوں معمولی سی اصلاح کی جاتی رہی۔

۱۹ شعبان ۱۰۳۹ کو بدھ کا روز تھا، صبح سویرے ہی مکہ اور اس کے مضافات میں بارش ہوئی، یہ مکہ کی تاریخ میں سخت ترین اور موسلا دھار بارش تھی، پہاڑیوں سے پانی نالوں کی شکل میں بہتے بہتے سیلاب کی شکل اختیار کر گیا، پانی مسجد الحرام میں داخل ہو گیا، ہر طرف جل تھل ہو گیا، کعبہ کے دروازے سے دو میٹر تک پانی کی سطح اونچی ہو گئی، اگلے روز جمعرات کو کعبہ کی دیواریں منہدم ہونا شروع ہو گئیں حجر اسماعیل والی دیوار پہلے گری، پھر مشرقی دیوار گری، غربی دیوار آدھی گری، ساتھ ہی چھت بھی زمین بوس ہو گئی۔

سلطان مراد خان آل عثمان کا دور حکومت تھا، جس نے دوبارہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا، علماء کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں تمام ضروری سامان اور آلات فراہم کیے گئے، سیلابی نشانات ختم کئے گئے، صفائی کا کام مکمل کیا گیا، پھر لکڑی کے ستون کھڑے کر کے کعبہ کے گرد پردہ کر دیا گیا، کعبہ کے رکن حجر اسود والے حصے کے علاوہ تمام دیواریں گرادی گئیں، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی قائم کی گئی مضبوط بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کی گئی، کعبہ کی دیواروں کو لگانے کے لیے جبل شبیکہ سے تمام پتھر لا کر استعمال کیا گیا، اس وقت ان پتھروں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔

جزوی اور ترقیاتی اصلاحات کے علاوہ آج بھی سلطان مراد عثمان ہی کی عمارت موجود ہے، جسے مضبوط بنیادوں پہ کھڑا کیا گیا تھا۔

حالات پہ نظر رکھنے والوں نے عہد بہ عہد ہونے والی اصلاحات کا تذکرہ بھی کیا ہے مثلاً:

۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا، کعبہ کو تصویروں اور بتوں سے صاف کیا گیا۔

۶۴ ہجری میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ حجر اسود کی مرمت کی اور اسے چاندی کا غلاف پہنایا۔

۸۰ ہجری میں پہلی بار ولید بن عبد الملک کے زمانہ حکومت میں سفید اور سرخ سنگ مرمر سے کعبۃ اللہ کا فرش تعمیر کیا گیا۔

۱۸۹ ہجری میں ہارون الرشید نے الماس سے حجر اسود کی درستگی کروائی اور چاندی کا طوق پہنایا۔

۲۴۱ ہجری میں متوکل کے زمانہ میں کعبہ کے دروازے کی دہلیز تبدیل کی گئی، چاندی کا پترا چڑھایا گیا۔

۳۳۹ ہجری میں قرامطہ سے حجر اسود واپس لے کر نصب کیا گیا، انہوں نے حجر اسود ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

۳۶۳ ہجری میں ایک رومی ۴۱۳ ہجری میں ایک مصری ملحد اور ۴۱۴ ہجری میں ایک شخص نے حجر اسود کو نقصان پہنچایا، تینوں بار اس کی اصلاح کی گئی۔

۵۴۲ ہجری میں کعبۃ اللہ کی چھت درست کی گئی۔

۵۵۹ ہجری میں فاطمی حکمران تھے اس وقت رکن یمانی کی درستگی کی گئی۔

۶۲۶ ہجری میں مستنصر باللہ عباسی نے کعبہ میں بعض اصلاحات کا بیڑا اٹھایا۔

۶۸۰ہجری میں ملک مظفر نے پرانے سنگ مرمر کی جگہ نئی ٹائلیں لگوائیں۔
۸۱۴ہجری میں چھت اور روشن دانوں کی مرمت کی گئی۔
۸۲۵ہجری میں ملک اشرف برسبائی نے چھت اور روشن دانوں کی مرمت کروائی۔
۸۳۸ہجری میں نئی چھت ڈالی گئی۔
۹۶۱ہجری میں احمد حبلی نے سطح کعبہ کی تجدید کی۔
۹۹۰ہجری میں سلیمان نے کعبہ میں کچھ مرمتیں کروائیں۔
۱۰۱۰ہجری میں سلطان محمد خان نے شاذروان اور مطاف کی سنگ مرمر سے تجدید کی۔
۱۰۲۲ہجری میں سلطان احمد اول نے مشرقی، غربی اور شمالی دیواروں کے شگافوں کی مرمت کروائی۔
۱۰۴۵ہجری میں کعبہ کا دروازہ تبدیل ہوا، کعبہ کے فرش میں سفید سنگ مرمر لگایا گیا، چھت ٹھیک کی گئی۔
۱۱۰۶ہجری میں کعبہ کی دیوار مرمت کی گئی۔
۱۱۰۹ہجری میں انجینئروں کے مشورہ سے چھت کے بعض حصوں اور سیڑھیوں کی مرمت کی گئی۔
۱۱۱۸ہجری میں کعبہ میں بعض اصلاحات کی گئیں۔
۱۱۳۶ہجری میں کعبہ کے بعض حصّوں کی مرمت کی گئی۔
۱۲۰۱ہجری میں سلطان عبد الحمید اوّل نے اندرون کعبہ تینوں ستونوں کے حلقوں کے لیے ۵۰اوقیہ چاندی بھیجی۔
۱۲۵۳ہجری استنبول سے منگوائے گئے سنگ مرمر سے فرش کعبہ کی اصلاح کی گئی۔
۱۲۵۹ہجری حجر اسود کے اطراف اور اندرونی حصّوں کی اصلاح کی گئی۔
۱۲۶۸ہجری میں سلطان عبد الحمید نے حجر اسود کے گرد سونے کا طوق پہنایا۔
۱۲۸۱ہجری میں سلطان عبد العزیز خان نے حجر اسود کے گرد چاندی کا طوق لگوایا۔
۱۲۹۷ہجری میں فرش کعبہ کی تجدید کی گئی۔
۱۳۱۶ہجری میں بارشوں سے متأثر ہونے والی چھت کی مرمت کی گئی۔
۱۳۳۱ہجری میں سلطان رشاد خان ابن سلطان عبد المجید خان نے حجر اسود کو چاندی کا طوق پہنایا۔
۱۳۲۸ہجری میں اخشاب کعبہ کو تبدیل کیا گیا۔

۱۳۴۶ ہجری میں ملک عبد العزیز آل سعود نے شاذروان کی اصلاح کروائی۔
۱۳۵۱ ہجری میں ایک افغانی پارسی کے حجر اسود کو نقصان پہنچانے پر اصلاح کی گئی۔
۱۳۷۵ ہجری میں ملک سعود بن عبد العزیز آل سعود نے حجر اسود کے گرد چاندی کا موجود حلقہ بنوایا۔
۱۳۷۷ ہجری میں شاہ خالد بن عبد العزیز آل سعود نے باب کعبہ خالص سونے کا لگوایا۔
۱۴۰۱ ہجری میں غسل کعبہ کے پانی کا اثر حجر اسود تک پہنچ رہا تھا، اس لیے حجر اسود کو محفوظ رکھنے کے انتظامات کیے گئے۔
۱۴۰۲ ہجری میں غسل کعبہ کے پانی کے اثر سے دیواروں کو نقصان پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے سیسہ کا استعمال کر کے چاروں اطراف میں اندرون کعبہ دیواروں کو محفوظ کیا گیا۔
۱۴۱۵ ہجری میں کعبہ اطہر کی بیرونی دیواروں کی اصلاح کی گئی اور پتھروں کے درمیان سے پرانے گارے کو نکال کر جدید کیمیائی مصالحوں کو بھر کر جوڑوں پر ابھرتے ہوئے حاشیے تعمیر کیے گئے۔ (حرم مکی)

غلاف کعبہ

طواف سے فراغت کے بعد میں اور والدہ محترمہ خانہ کعبہ کی طرف نظریں جمائے دیکھتے رہتے تھے، چونکہ بیت اللہ شریف کی طرف دیکھنا بھی ثواب ہے، سعودی حکومت نے کمال محبت اور شوق سے خانہ کعبہ کا غلاف تیار کروایا ہے، اسے ہر سال سعودی حکومت تیار کرواتی ہے اور خانہ کعبہ کو پہناتی ہے، ۹ ذی الحجہ کو جب خانہ کعبہ کو غسل دے کر غلاف کعبہ پہنایا جاتا ہے، اس وقت یہاں عجیب روح پرور ایمانی منظر ہوتا ہے، غلاف کعبہ تیار کروانے کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے، جس کے سربراہ شیخ صالح عبد الرحمن الحسینی ہیں، یہی ہر سال غلاف کعبہ کے ٹکڑے دنیا بھر کے مسلمان زعماء اور راہنماؤں کو بھیجنے کے لیے متعلقہ حکام کے سپرد کرتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی تیاری کے لیے سعودی عرب خصوصی دلچسپی رکھتا ہے، کعبۃ اللہ کو پہناتے وقت سینکڑوں حکام، افسران اور شاہی خاندان سمیت درجنوں مطوعے (علماء کرام) موجود ہوتے ہیں، اس سے پہلے سینکڑوں من عرق گلاب اور آب زم زم کو استعمال کیا جاتا ہے، کعبہ کو غسل دیا جاتا

ہے، پرانا غلاف ایک خاص ترتیب سے اتارا جاتا ہے، غلاف کعبہ اتارنے اور پہنانے کی پر وقار تقریب کے حسین و جمیل مناظر ٹی وی چینلز کے ذریعے پوری دنیا کو دکھائے جاتے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں موجود جس فیکٹری میں غلاف کعبہ تیار کیا جاتا ہے سعودی حکام خود اس کی نگرانی کرتے ہیں، جب غلاف کعبہ تیار ہو جاتا ہے تو اسے غلاف کعبہ کے نگران اور متولی شیخ الشیبی کے سپرد کر دیا جاتا ہے،اس کے بعد یہ انہی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کب غلاف تبدیل کریں گے اس کی مکمل تیاری انہی کے سپرد ہے، جن جن حضرات کی اس موقع پر یہاں موجودگی ضروری ہوتی ہے انہیں دعوت نامے ارسال کیے جاتے ہیں، جن سرکردہ لوگوں کو غلاف کعبہ کے ٹکڑے تحفۃً پیش کیے جانے ضروری ہوتے ہیں ان کو بھی خصوصیت سے اس پر وقار تقریب میں بلایا جاتا ہے، تقریب کے اختتام پر سعودی حکومت کی طرف سے انہیں غلاف کعبہ کے ٹکڑے پیش کیے جاتے ہیں۔

جس فیکٹری میں غلاف کعبہ تیار کیا جاتا ہے اس کے ذمہ دار کا نام زیاد کھو جا ہے، غلاف کعبہ کو عربی میں ''کِسویٰ'' کہا جاتا ہے اس کی تیاری پہ ۶۷۰ گرام ریشم استعمال کیا جاتا ہے، ۱۵۰ کلو گرام سے زائد سونا اور چاندی استعمال کی جاتی ہے، اس قدر ریشم، سونے اور چاندی کے استعمال اور بنانے والوں کے حسنِ کاریگری کی بدولت غلاف کعبہ اسلامی آرٹ اور ثقافت کا ایک بہترین نمونہ بن جاتا ہے۔

غلاف کعبہ کی تیاری کے لیے دنیا بھر سے مسلمان کاریگر یہاں آتے ہیں، جو اپنے کام میں مہارت رکھتے ہیں، ان لوگوں کو تندہی، دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ غلاف کعبہ کی تیاری کے کام میں شامل ہونا ہوتا ہے، سعودی حکومت اس عمل کے عوض ان کاریگروں کی خوب خدمت کرتی اور معاوضہ پیش کرتی ہے۔

غلاف کعبہ تیار کرنے والے ماہر کاریگر غلاف کعبہ کو قرآن حکیم کی منتخب آیات کے ساتھ مزین کرتے ہیں، سونے اور چاندی کی تاروں سے عجیب کشیدہ کاری کرتے ہیں، قرآنی آیات کو اس انداز میں پیوستہ کرتے ہیں کہ وہ اس غلاف پر ابھری ہوئی واضح اور نمایاں دکھائی دیتی ہیں، سال ۲۰۰۸ء میں اس غلاف کی تیاری پر دو کروڑ سعودی ریال خرچ کیے گئے، پاکستانی روپیہ کے

حساب سے یہ رقم چالیس کروڑ روپیہ بنتی ہے، یہ تمام رقم اکیلے سعودی عرب نے برداشت کی ہے،غلاف تیار کرنے میں دوسوچالیس کاریگروں نے شرکت کی،جن میں اکثر قرآن کریم کے حافظ تھے۔

مسلمان جس طرح خانہ کعبہ سے عقیدت رکھتے ہیں اسی طرح خانہ کعبہ کے اوپر سیاہ رنگ کے کالے غلاف سے بھی حد درجہ محبت رکھتے ہیں، کئی خوش نصیب اس غلاف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور دھاگے دوسروں کو دکھاتے اور بطور برکت اپنی جیب میں رکھتے ہیں، ان خوش نصیبوں کو غلاف کعبہ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی عزیز از جان ہوتا ہے۔

دیکھنے والے خوب دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ کو کس حسنِ ترتیب سے بنایا گیا، پھر سیاہ رنگ کا ریشمی غلاف، اس غلاف پہ سونے اور چاندی سے قرآنی آیات کی کشیدہ کاری دل و نگاہ کو ہمہ وقت اپنی جانب مبذول رکھتی ہے، حطیم والی سمت میزاب رحمت کا سنہرا پن مزید حسن و جمال کو نکھارتا ہے، زم زم کے کنویں والی جانب ملتزم کا سنہرا پن بھی کمال حسن و جمال رکھتا ہے، غلاف کعبہ تھام کر زار و قطار رونے اور گڑ گڑانے والے اس کے قرب سے محظوظ ہوتے ہی ہیں مگر اس کی عطر بیز ی مشام جان کو معطر کر کے رکھ دیتی ہے۔

تاریخ اسلام سے پہلے غلاف کعبہ سب سے پہلے حضرت سیدنا اسماعیلؑ نے تیار کیا تھا، پھر اسے خانہ کعبہ کی عمارت پہ چڑھایا تھا،اس کے بعد قریباً ہر سال بند گان خدا ایسا ہی کرتے رہے، رنگ ہمیشہ سیاہ نہیں رہا، کسی دور میں سفید رنگت والا غلاف بھی خانہ کعبہ پہ ہوا کرتا تھا، کبھی سفید یمنی چادروں سے اسے مزین کیا جاتا تھا، حضرت نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں غلاف کعبہ کے حوالے سے کافی تبدیلی رونما ہوئی، چونکہ پہلے مسلمانوں کا قبلہ مسجد اقصیٰ تھی، اللہ تعالیٰ نے قبلہ تبدیل کر دیا تو ان کے دلوں میں خانہ کعبہ اور غلاف کعبہ کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔

آغاز اسلام میں جب قریش شمع اسلام بجھانے کے درپے تھے، وہ مسلمانوں کو غلاف کعبہ نہیں چڑھانے دیتے تھے، چونکہ خانہ کعبہ قریش مکہ کے زیر انتظام تھا، جب مکہ فتح ہوا تو مسلمانوں نے مسرت کا اظہار کیا اور غلاف کعبہ کی تبدیلی اور تیاری کا کام بھی کیا، اس عرصہ میں غلاف کعبہ گرد و غبار سے اٹ چکا تھا، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فوری طور پر

غلاف کعبہ تبدیل کیا جائے، آپ ﷺ کے ارشاد کو عملی جامہ پہناتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے ایک بڑی اور خوب صورت سفید یمنی چادر خانہ کعبہ کے اوپر چڑھادی۔

حضرات خلفائے راشدینؓ کے ادوار حکومت میں بھی غلاف کعبہ کی تیاری اور تبدیلی کا سلسلہ جاری رہا، وسعت اور گنجائش کے مطابق غلاف کعبہ کی تیاری میں جدّت بھی آتی رہی، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں اس کام پر خاص توجہ دی گئی، انہوں نے غلاف کعبہ کی تیاری پہ خاصی محنت کروائی اور اپنے حسنِ ذوق کے مطابق ایک سال میں دو بار غلاف کعبہ تبدیل کرایا اور غلاف کعبہ کی تیاری میں جس قدر قیمتی کپڑا انہوں نے استعمال کروایا اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔

عباسی ادوار حکومت تک نئے غلاف چڑھائے اور پرانے اتارے جاتے رہے، جب عباسی دور خلافت شروع ہوا تو پرانا غلاف اتارنا بند کر دیا گیا، جونہی نیا غلاف تیار ہو کر آتا تھا اسے پرانے غلاف پر ہی چڑھا دیا جاتا تھا، ۱۶۰ ہجری میں عباسی خلیفہ مہدی نے حج کیا، اسے بتایا گیا کہ دستور یہی چلا آرہا ہے کہ پرانے غلاف پر نیا ڈال دیا جاتا ہے، تو اس نے باہمی صلاح و مشاورت سے یہ فیصلہ کیا کہ اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو خطرہ ہے کہ خانہ کعبہ کی عمارت غلاف کے اس بوجھ سے ڈھے پڑے، مہدی نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی عمارت سے پرانے تمام غلاف اتار دیئے جائیں، صرف نیا غلاف رہنے دیا جائے، خلیفہ مہدی کے اس عمل کے بعد تاحنوز یہ سلسلہ یونہی جاری ہے، جب بھی نیا غلاف پہنایا جاتا ہے تو پرانا اتار لیا جاتا ہے، اس کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں اور دنیا بھر میں مسلمان حکمرانوں اور زعماء اسلام کو ہدیۃً تحفۃً بھیجے جاتے ہیں۔

مامون الرشید کے زمانہ حکومت میں سال میں تین بار غلاف کعبہ تبدیل کیا جاتا تھا، ہر بار مختلف رنگ ہوتا تھا، آٹھ ذی الحج کو سرخ رنگ، یکم رجب کو سفید رنگ اور ۲۹ رمضان المبارک کو پھر سرخ رنگ کا غلاف چڑھایا جاتا تھا، حضرت سیدنا امیر معاویہؓ دو بار جبکہ مامون الرشید تین بار غلاف کعبہ تبدیل کرنے کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔

سعودی عرب کے حکمران آل سعود سے پہلے تک غلاف کعبہ تیار کرنے کی سعادت مصر، سوڈان، ہندوستان اور عراق کو حاصل تھی، آل سعود کی حکومت آنے کے بعد اب یہ غلاف سعودی عرب ہی میں تیار کیا جا رہا ہے، اس دوران کبھی کبھار مصر اور ترکی سے بھی تیار کیا جاتا رہا ہے۔

۱۹۶۰ء میں سعودی عرب نے اپنی سرزمین پہ ایک فیکٹری لگائی، جس پر کروڑوں ڈالر خرچ کیے گئے، اس فیکٹری کا اہم ترین مقصد غلاف کعبہ کی تیاری ہے، سعودی حکومت کروڑوں ڈالر غلاف کعبہ کی تیاری پر ہر سال خرچ کرتی ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سعودی حکومت کے تیار کردہ غلاف ماضی کے غلافوں سے کئی درجے زیادہ دلکش، خوبصورت اور قیمتی ہوتے ہیں، سعودی حکمرانوں نے جب سے اپنے کو خادم الحرمین کہلوانا شروع کیا تب سے اب تک حرمین شریفین کی خوب صورتی میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا۔

راقم الحروف بیت اللہ شریف کے طواف سے فراغت کے بعد "باب فہد بن عبد العزیز" سے باہر نکلا، ایک دکان جس میں عربی زبان میں تحریر کی گئی بے شمار کتابوں پہ نظر پڑی "ان میں سے میں نے ایک کتاب وصف الکعبۃ المشرفہ" خریدی، اس میں غلاف کعبہ کی تاریخ و فضائل پہ کچھ مواد موجود ہے، اس کتاب کے صفحہ ۷۷ پر ایک فصل "فصل" فی معرفۃ بدء کسوۃ البیت" ہے، اس میں سے چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت سیدنا ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَسُبُّو أَسعَدَ الحِميَرِى فَإِنَّهٗ اوَّلُ مَن كَسى الكَعبَةَ اسعد حمیری کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا (ص۷۷) فاکھی کی روایت کے مطابق حضرت نبی اکرم ﷺ نے اسعد کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے بیت اللہ کو دھاریدار سفید یمنی کپڑا پہنایا تھا۔

واقدی کی روایت کے مطابق تبّع پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ پر یمنی دھاریدار کپڑا چڑھایا تھا، جس سے خانہ کعبہ چھپ گیا تھا، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے غلاف کعبہ اسماعیل علیہ السلام نے چڑھایا تھا۔

بلاذری کی روایت کے مطابق تُبّع پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ پر یمنی دھاریدار کپڑا چڑھایا۔ واقدی کی ایک روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ پر چمڑے کا غلاف چڑھایا جاتا تھا، پھر حضرت رسول اللہ ﷺ نے یمنی کپڑوں کا اس پر غلاف چڑھایا تھا، پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے قباطی (کاٹن کا بنا ہوا) غلاف چڑھایا تھا، پھر حجاج نے ریشم کا غلاف پہنایا تھا۔

فاکھی کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے سال ایک عورت نے غلاف کعبہ کو خوشبو کی دھنی دینے کے لیے انگیٹھی جلائی تو مشرکین کا ڈالا ہوا غلاف کعبہ جل گیا تھا، پھر مسلمانوں نے اس کے بعد کعبہ کو غلاف پہنایا تھا، حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں چمڑے کا غلاف کعبہ ہوا کرتا تھا۔

مکہ کی ایک بوڑھی عورت کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ پر ابتلاء کا دور آیا تو وہ چودہ سال کی تھی، وہ کہتی ہے کہ میں نے بیت اللہ کو اس حال میں دیکھا کہ اس پر ایک سرخ رنگ کی چادر کے سوا کچھ نہ تھا اور ایک سفید کپڑا تھا۔

فاکھی نے حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت پیش کی ہے کہ وہ اپنے قربانی کے اونٹ کو قباطی (کاٹن کی بنی) اور یمنی چادریں پہناتے تھے، جس دن اسے قلادہ ڈالتے تھے، جب قربانی کا دن آتا تو اونٹ کے اوپر سے یہ چادریں اتار دیتے پھر انہیں شیبہ بن عثمان کی خدمت میں بھیج دیتے تھے، وہ ان چادروں کو کعبہ پر ڈال دیتے تھے۔ جب امیر لوگ خانہ کعبہ کو غلاف پہناتے تو قباطی ڈالتے تھے۔

عبدالرزّاق کی ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کو قباطی غلاف پہناتے تھے، نبی ﷺ کے بارے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ قباطی اور یمنی چادروں کا غلاف پہناتے تھے، اسی طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی یہی غلاف پہناتے تھے۔

ابو عروبہ نے اپنی کتاب ''الاوائل'' میں ایک روایت پیش کی ہے کہ اَوَّلُ مَن لَبَسَ الكَعبَةَ القَبَاطِي النَّبِيُّ ﷺ جس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو قباطی غلاف پہنایا وہ حضرت نبی اکرم ﷺ تھے۔

دار قطنی کی روایت کے مطابق عباس بن عبد المطلب کی والدہ نتیلہ نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو ریشم کا غلاف پہنایا، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر میں گم ہو گئے تھے، ان کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر ان کا بیٹا مل گیا تو وہ بطور نذر خانہ کعبہ کو ریشم کا غلاف پہنائیں گی، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ملنے پر انہوں نے نذر پوری کی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر سال خانہ کعبہ کا غلاف اتارتے تھے، پھر اس کے ٹکڑے حاجیوں میں تقسیم کرتے تھے اور خود مکہ شریف میں ببول کے درخت کے زیر سایہ بیٹھے رہتے تھے۔

حجرِ اسود

سب سے پہلا طواف ہم نے جناب قاری وسیم احمد عباسی کی قیادت میں کیا، چونکہ وہ اس سے پہلے کئی عمرے کر چکے تھے، جب کہ راقم الحروف، میری والدہ اور قاری وسیم احمد صاحب کی اہلیہ امّ ہشام پہلی بار یہ سعادت حاصل کر رہے تھے، اس کے بعد مجھے اور میری والدہ کو جونہی دیگر عبادات سے فراغت ملتی ہم فوراً طواف کے لیے مطاف پہنچ جاتے تھے۔

طواف کا آغاز حجر اسود کو بوسہ دینے سے ہوتا ہے، بوسہ نہ دیا جا سکے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر دور سے سلام کیا جاتا ہے، جسے استلام حجر کہا جاتا ہے، حجر اسود کو ہمارے نبی ﷺ بوسہ دیا کرتے تھے، اسے آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نصب کیا تھا، حجر اسود ایسا پتھر ہے جو جلتا ہے نہ ڈوبتا ہے، اسے جنت کا یاقوت کہا گیا ہے، اسے زمین پر اللہ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے، اسے چھونا اللہ تعالیٰ سے گناہ نہ کرنے کا عہد و پیمان باندھنا ہے، اسے چھونا گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے۔

حجر اسود پہلے سفید تھا انسانی گناہوں نے اسے کالا بنا دیا، قیامت کے دن اسے اٹھا لیا جائے گا، قیامت کے دن یہ پتھر گواہی دے گا، قیامت کے دن یہ پتھر جبل ابی قبیس کی طرح بڑا ہو گا، کوڑھی اور اندھا اسے چھو لے تو شفاء مل جائے، بیمار اسے چھو لے تو صحت مند بن جائے۔

جب سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو حجر اسود ان کے ساتھ تھا، ان کے وصال کے بعد ہند میں محفوظ رہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو اسے جبرئیل ہند سے لائے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق جب آدم علیہ السلام اللہ کے حکم سے مکہ پہنچے تو وہاں ان کے لیے حجر اسود جنت سے اتارا گیا جو بے حد چمکدار اور سفید تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا بوسہ لیا اور محفوظ کر لیا۔

تاریخ القویم کے مطابق طوفان نوح کے وقت حجر اسود کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبل ابی قبین کو حکم دیا کہ جب تو ابراہیم خلیل اللہ کو بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے پائے تو یہ امانت ان کے سپرد کر دینا، چنانچہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور دیواریں وہاں تک پہنچیں جہاں حجر اسود نصب ہے تو آپ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا

کہ کوئی پتھر تلاش کر لاؤ جسے یہاں نصب کروں، جو طواف شروع کرنے کی علامت بن جائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش کے لیے چلے گئے، واپسی پر دیکھا کہ وہاں بہت ہی عمدہ پتھر نصب ہے، اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ ابا جان! یہ پتھر کہاں سے آیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ حضرت جبریلؑ لائے ہیں، جب جبریلؑ نے اسے نصب کیا تو سفیدی کے باعث چمک رہا تھا، اس کی روشنی حدود حرم تک پھیلی ہوئی تھی۔

ایک روایت کے مطابق یہ پتھر جبل ابی قبیس میں محفوظ تھا، اسی پہاڑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی کہ آپ کی امانت میرے پاس محفوظ ہے آپ اسے لے لیں، چنانچہ آپ علیہ السلام نے پہاڑ کھود کر حجر اسود کو نکالا اور یہاں نصب کر دیا۔

حجر اسود کی شان اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھے، مسلمان جب حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو اس کے ہونٹ وہاں پہ لگتے ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ لگے تھے اور مسلمان کے ہاتھ وہاں لگتے ہیں جہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگے تھے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا نور زائل کر دیا ہے (تاکہ ایمان بالغیب رہے) اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتے تو مشرق و مغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کر دیتا۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حجر اسود زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے، جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو نہ پایا اور حجر اسود کا مسح کر لیا تو گویا اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بیعت کر لی (جامع صغیر) حضرت ابن عمرؓ سے حجر اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دینے کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حجر اسود جنت سے اترا ہے، جب جنت سے اترا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن ابن آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجر اسود کا بہت زیادہ استلام کرو، ایک وقت آئے گا کہ تم اسے اپنی جگہ موجود نہ پا کر افسوس کرو گے، رات کے وقت لوگ طواف کے دوران اس کا

استلام کرتے رہیں گے مگر صبح کے وقت اسے غائب پائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی کسی چیز کو بھی دنیا میں نہیں چھوڑنا، قیامت سے پہلے اسے دوبارہ اٹھا کر جنت میں پہنچادیں گے۔

نبی پاک ﷺ کا فرمان گرامی ہے "خدا کی قسم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لیں گے، پھر اسے دو آنکھیں دی جائیں گی، جن کے ذریعے وہ دیکھے گا اور اس کو زبان دی جائے گی جس کے ذریعے وہ بولے گا، چنانچہ وہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہو گا۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور زمین پر اس کے علاوہ جنت کی اور کوئی چیز نہیں ہے، یہ جس وقت اترا تھا بلّور کی طرح سفید و شفاف تھا، اگر دور جاہلیت کی پلیدیوں نے اسے نہ چھوا ہوتا تو جو بیمار اسے ہاتھ لگاتا شفایاب ہو جایا کرتا، حضرت سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق زمین پر جنت کی تین چیزوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (۱) عجوہ کھجور کا پودا (درخت) (۲) حجر اسود (۳) اور وہ برکت کی مقدار کثیر جو روزانہ جنت سے دریائے فرات پر اترتی ہے۔ (کنز العمال ج ۱۲)

کتنے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو حجر اسود کے قریب دعاء کرتے ہیں اور بے شمار فرشتے ان کی دعاء پر آمین کہتے ہیں، فرشتے جس دعاء پر آمین کہتے ہیں اس دعاء کی قبولیت میں کیا شک ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے حجر اسود کا استلام کیا پھر دعاء کی تو قبول ہو جائے گی، علماء نے جن انتیس مقامات پر دعاء کی قبولیت کا ذکر کیا ہے ان میں ایک وہ دعاء بھی ہے جو حجر اسود کے پاس مانگی جاتی ہے۔

طواف کرنے والے حضرات وخواتین کی بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ طواف کا چکر شروع کرنے سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لیں، ہماری خود آخری دن تک حسرت رہی کہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیں، مگر افسوس کہ ہم حجر اسود کے قریب تک جانے کے باوجود بوسہ دینے کی سعادت حاصل نہ کر سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حجر اسود پر مردوں اور عورتوں کی بہت زیادہ بھیڑ تھی، مرد اور عورتوں کا اختلاط تھا، مرد عورتوں کو دھکّے دے رہے تھے اور عورتیں مردوں کو دھکّے دے کر حجر اسود کا بوسہ لینے کی کوشش میں تھیں۔

سخت ترین دھکم پیل میں عورتوں کی چیخ وپکار سن کر ہم استقبال واستلام پہ ہی گزارہ کرتے رہے، کہنی مار کر بازو کی قوت سے دوسروں کو دھکیل کر بوسہ لینا درست معلوم نہیں ہوا، مسند احمد کی ایک روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:
اے عمر! آپ طاقت ور آدمی ہیں، حجر اسود پر مزاحمت نہ کرنا کہ کسی کمزور کو تکلیف ہو، اگر تنہاء ہو تو استلام کر لو ورنہ حجر اسود کا استقبال کر کے تہلیل و تکبیر پڑھ لینا (مسند احمد ج ا)

اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت حجر اسود کا استلام کرتے تھے جب وہاں رش نہ ہوتا تھا، جب رش ہوتا تو حجر اسود کا استقبال کرتے ہوئے تکبیر پڑھتے اور طواف شروع کر دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ نہ تکلیف دو اور نہ تکلیف اٹھاؤ لَا یُؤذِی وَلَا یُؤذیٰ، حضرت عطاء رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے إِیَّاکُم وَأَذَی المُسلِمِینَ، مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بچو۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے حجر اسود پر بوسہ دینے کے لیے مزاحمت نہ کرو وہاں موقع ملے تو بوسہ دے دو،... کچھ روایات میں بھیڑ کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینے کا ثبوت موجود ہے مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دی جائے۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حجر اسود کے استلام کے بارے میں پوچھا أَرَأَيتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيتَ إِنْ غُلِبْتُ، قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيتَ بِاليَمَنِ، رَأَيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ اگر میں بھیڑ کی وجہ سے پیچھے رہ جاؤں تو؟ میں بھیڑ کی وجہ سے مغلوب ہو جاؤں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اگر مگر کو یمن چھوڑ کر آؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کا استلام فرما رہے تھے اور اسے بوسہ دے رہے تھے۔ (بخاری باب تقبیل الحجر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے فرزانوں اور دیوانوں کا عمل اپنا تو یہ تھا کہ جب سے انہوں نے حجر اسود پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک عمل دیکھا تو پھر بھیڑ ہو یا سہولت وہ ہر صورت میں اس کا استلام بھی کرتے تھے اور اس کا بوسہ بھی لیتے تھے۔

حجر اسود کے پاس جا کر مورچہ قائم کرنے والی کچھ عظیم الجثہ اور قوی عورتیں تو اپنی جہالت کے باعث ٹھیک ٹھاک طریقے سے مردوں کو دور دھکیل کر آگے بڑھتی ہیں، ملتزم پہ

بھی اور حجرِ اسود پہ بھی، شرطے (پولیس والے) بھی "حاجہ یلّا" حاجیہ یہاں سے آگے بڑھو کہتے رہتے ہیں مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، ٹس سے مس نہیں ہوتیں، وہ جو ٹھان کر آتی ہیں کر گزرتی ہیں، اے کاش: کہ سعودی حکومت کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے کہ مردوں اور عورتوں کا مطاف، حجرِ اسود، حطیم اور ملتزم پہ اختلاط ختم ہوجائے، مجھے یہ کام مشکل دکھائی دے رہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ مردوں سے ہٹ کر الگ ہو کر طواف کرتی تھیں، ایک عورت انہیں حجرِ اسود کے استلام کے لیے تیار کرنے لگی تو آپ نے مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی وجہ سے انکار کر دیا، ایک موقع پر جب حضرت عائشہؓ حجرِ اسود کے پاس پہنچیں تو ایک بی بی نے انہیں کہا کہ کیا آپ استلام نہیں کرتیں؟ تو حضرت عائشہؓ نے مردوں کی موجودگی میں اپنی بے بسی کا اظہار کر دیا، اسی طرح ایک بار حج کے موقع پر چند عورتوں نے عرض کیا کہ اے امّ المؤمنین: چلیے حجرِ اسود کو بوسہ دے لیں، آپؓ نے فرمایا: تم جاسکتی ہو میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جاسکتی، حضرت عائشہؓ اپنی آزاد کردہ عورت پر اس وقت سخت غصّہ میں آگئیں جب اس نے طواف کے سات چکروں کے دوران تین بار حجرِ اسود کا بوسہ لیا تھا، آپؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ عورت ذات مردوں کے اختلاط میں حجرِ اسود کو بوسہ دے، ان کا خیال تھا کہ جب مردوں کا ہجوم اور بھیڑ بھاڑ ہو تو تکبیر اور استقبال پر ہی اکتفا کیا جائے۔

علمائے کرام نے حجرِ اسود کے استلام کو طواف کا شعار قرار دیا ہے، کیونکہ حضرت نبی ﷺ نے طواف سے پہلے ہمیشہ استلام کیا پھر طواف شروع کیا، آپ ﷺ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے تھے، بھیڑ کی صورت میں استقبال کرتے تھے اور اپنی چھڑی (مِحجن) سے بھی اسے چھو لیتے تھے، یہ تینوں طریقے مسنون ہیں، استلام سنّت مؤکدہ ہے، استلام کے بغیر طواف کرنا سنت کے خلاف ہے۔

ملتزم

حجرِ اسود سے تھوڑا سا آگے بڑھیں تو ملتزم کا حصّہ دکھائی دیتا ہے، بابِ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان کا حصّہ ملتزم کہلاتا ہے، ملتزم لزِم سے ہے جس کا معنیٰ ہے لازم رہنا، چمٹے رہنا، ملتزم کا معنیٰ ہوا چمٹے رہنے والا اور ملتزم اسم ظرف ہے جس کا معنیٰ ہے چمٹنے کی جگہ، ملتزم کو ملتزم اسی

لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں زائرین بہت عشق و محبت اور والہانہ انداز میں چمٹ کر اپنے گناہوں کی معافی اور اپنے حالات کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے ہیں، ہم نے بھی بڑی ہمت کرتے ہوئے ملتزم تک رسائی حاصل کر لی تھی، حاجی اور زائر کی رخصتی کے وقت ملتزم کے پاس دعاء مانگنے کو مستحب کہا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پوتے نے جب ملتزم کے ساتھ چمٹے لوگوں کو دیکھا تو اپنے دادا سے عرض کیا کہ ہمیں بھی یہاں لے چلیں کہ ہم بھی ان کی طرح بیت اللہ سے چمٹ جائیں، انہوں نے فرمایا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے، پوتا (شعیبؒ) کہتے ہیں جب میرے دادا طواف سے فارغ ہوئے تو دیوار کعبہ کے خاص اس حصّہ پر آئے جو باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ہے یعنی ملتزم پر آئے اور مجھ سے فرمایا خدا کی قسم یہی وہ جگہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمٹے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ نے ملتزم پہ چمٹے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کو پکڑ رکھا تھا اور سر مبارک دیوار کعبہ کے ساتھ لگایا ہوا تھا، ملتزم قبولیت دعاء کے مقامات میں سے ایک ہے۔

کنز العمال میں لکھا ہوا ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ملتزم ہے، جو بھی کوئی آفت زدہ وہاں فریاد کرے گا ضرور اس آفت سے بری ہو گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے سننے کے بعد میں نے جو دعاء بھی یہاں مانگی وہ ضرور قبول ہوئی، ملتزم ان انتیس مقامات میں سے ایک ہے جہاں دعاء شرف قبولیت پاتی ہے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جس آدمی نے ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کے لیے دعاء کی تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جس طرح وہ پیدائش والے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (تاریخ مکہ ج ۲)

حطیم

حجر اسود کے استلام کے بعد ملتزم، ملتزم سے کچھ فاصلے پر مقام ابراہیم ہے، جب کہ کعبہ کی شمالی دیوار جس پر سنہری رنگ کا خوب صورت پرنالہ (میزاب رحمت) لگا ہوا ہے، اس کے سامنے ایک کھلا ہوا حصّہ نصف دائرہ نما ایک چھوٹی دیوار سے گھرا ہوا ہے، اسے حجر اسماعیل اور حطیم کہا جاتا ہے، اسے قریش تعمیر کے وقت چھوڑ دیا گیا تھا۔

حجر کا ایک معنٰی پتھر اور دوسرا معنٰی گود ہے، حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی رہائش گاہ کعبہ کے پہلو میں واقع تھی، اسی لیے یہ حجر اسماعیل کے نام سے مشہور ہے، اس کے پہلو میں پیلو کے درخت گولائی میں لگے ہوئے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بکریوں کا باڑہ بھی یہاں ہی تھا، کعبۃ اللہ کی دیوار کے وسط سے حجر اسماعیل علیہ السلام کی گول دیوار کے وسط تک کی لمبائی ۲۲.۵ میٹر تھی، قریش تعمیر کے وقت فنڈ کی کمی کے باعث کعبۃ اللہ کو ۱۲.۳ میٹر شمال کی جانب چھوٹا کر دیا گیا، اس چھوٹے ہوئے حصّے کو حجر اسماعیل میں شامل کر دیا گیا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس حصّہ کعبہ کو حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے مطابق کیا جائے مگر بوجوہ نہ کر سکے، حضرت عائشہؓ نے اس تامل کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ اگر تیری قوم قریب الکفر نہ ہوتی تو یقیناً میں ایسا کر گزرتا۔

زمانہ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد سے ہٹ کر یہ کام کیا گیا تھا، جب حضرت سیدنا زبیرؓ نے ۶۴ھ میں کعبۃ اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا تو اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کیا تھا، صحابہ کرامؓ میں سے اکثر لوگ اس وقت موجود تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ عمارت دس سال تک قائم رہی کسی نے اعتراض نہیں کیا، ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف کی تیرہ بختی کے باعث اسے پھر عہد جاہلیت کی طرف لوٹا دیا گیا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر والے بیت اللہ میں داخل ہو چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیبہ کی طرف پیغام بھیجو وہ تمہارے لیے بیت اللہ کا دروازہ کھولے گا، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے پیغام بھیجا، شیبہ نے کہا: ہم رات کے وقت زمانہ جاہلیت میں بھی اسے نہیں کھول سکتے تھے اور اسلام میں بھی نہیں کھول سکتے، اس پر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا: صَلِّي فِي الحِجرِ فَأَنَّ قَومَكِ استَقصَرُوا عَن بِنَاءِ البَيتِ حِينَ بَنَوهُ حطیم میں ہی نماز پڑھ لو کیونکہ تیری قوم نے جب بیت اللہ تعمیر کیا تو اسے چھوٹا کر دیا تھا۔

آپ ﷺ نے حطیم کو بیت اللہ میں رکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا، مگر آپ ﷺ دو وجوہ سے اسے شامل نہ کر سکے۔ (۱) لوگ ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ (۲) تعمیر کے لیے اخراجات کی کمی دامن گیر تھی، اگر یہ دو چیزیں نہ ہوتیں تو آپ اسے بیت اللہ میں شامل کرتے اور آنے اور جانے کے لیے دو دروازے رکھتے۔

آپ ﷺ کو ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا میں بیت اللہ میں داخل ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا "اُدخُلِی الحِجرَ فَاِنَّهُ مِنَ البَیتِ حطیم میں داخل ہونا بھی بیت اللہ میں داخل ہونا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ وہ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھیں، تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان کی اس خواہش کو اس طرح پورا کیا کہ حضرت عائشہؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں حطیم میں کھڑا کر دیا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا: اِذَا أَرَدتِ دُخُولَ البَیتِ فَصَلِّی هَاهُنَا فَاِنَّمَا هُوَ قِطعَةٌ مِّنَ البَیتِ وَلٰکِنَّ قَومَكِ اقتَصَرُوا حَیثُ بَنَوهُ (نسائی) جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو یہاں (حطیم) میں نماز پڑھ لیا کر، کیونکہ یہ بیت اللہ کا ٹکڑا ہے، مگر تیری قوم نے جب اسے تعمیر کیا تو چھوٹا کر دیا تھا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے حطیم میں نماز ادا فرمائی، آج بھی حطیم میں مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر یہاں دوگانہ نوافل کی ادائیگی کو باعث سعادت خیال کرتا ہے، بڑی مشکل سے یہاں نوافل ادا کرنے کا موقع ملتا ہے، جب پہلے کوئی شخص نماز میں مشغول ہو تو کھڑے ہو کر اس کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا جاتا ہے، میں اور میری والدہ بھی بڑی مشکل سے حطیم میں پہنچے تھے، میں نے نوافل ادا کرتے ہی والدہ کے لیے نوافل ادا کرنے کی جگہ بنائی۔

میزاب رحمت: خانہ کعبہ کی شمالی جانب اور باب العمرہ وغیرہ سے دیکھیں تو حطیم کے اوپر ایک خوب صورت پرنالہ دکھائی دیتا ہے، جو سنہری رنگت والا ہے، اسے "میزاب رحمت" کہا جاتا

ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر قریش کی تعمیر تک خانہ کعبہ کی چھت نہیں تھی، جب چھت نہیں تھی تو پرنالہ بھی نہیں تھا، قریش نے تعمیر کی تو بیت اللہ کی چھت بھی بنا دی، اب چھت سے بارشی پانی کی نکاسی کے لیے لازماً پرنالہ لگانا پڑا، چنانچہ قریش نے پرنالے کا رخ بیت اللہ کی شمالی طرف ہی کر دیا، اسلامی دور میں اسے میزاب رحمت کا نام دیا گیا، یعنی رحمت کا پرنالہ۔

پرنالہ بہت خوب صورت ہے، سنہری ہے اور اس پر آیات مبارکہ لکھی ہوئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میزاب رحمت کے نیچے دعاء کی اس کی دعاء قبول ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔(اخبار مکہ)

مسلم شریف کی ایک روایت ہے:"بارش سے بدن بھگونا رحمت و مغفرت کا ذریعہ ہے اس سے برکت حاصل ہوتی ہے"

ایک روز ہم نے مغرب کی نماز مطاف میں اسی شمالی جانب ادا کی، امام حرم مکی نے نماز مغرب میں قرأت بھی مختصراً کی، اتنے میں آسمان سے چھما چھم بارش برسنے لگی، ہم لوگ کافی بھیگ گئے، سلام پھرتے ہی نمازی حطیم کی طرف بھاگنے لگے، میزاب رحمت سے پانی بہہ رہا تھا، کئی لوگ اس پرنالے کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے تھے مگر وہاں پہ موجود حرم مکی کی پولیس نے رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور آگے جانے سے روک دیا، سارا مطاف جل تھل ایک ہو گیا، فوری طور پر چھوٹی گاڑیاں صفائی کرنے کے لیے مطاف میں حرکت کرنے لگیں، کچھ لمحوں میں سارا مطاف شفاف کر کے رکھ دیا گیا۔

رکن یمانی

خانہ کعبہ کے چار کونے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو "رکن" کہا جاتا ہے، ہر ایک کا علیحدہ نام ہے، ایک کونا وہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے، اس کے مقابل مغرب کی طرف کونا رکن یمانی کہلاتا ہے، باقی دو کونے شمالی مشرقی "رکن عراقی" اور شمالی مغربی رکن شامی کہلاتے ہیں۔

رکن شامی و رکن عراقی کے مقابل رکن حجر اسود اور رکن یمانی کو بڑی فضیلت حاصل ہے، اسی وجہ سے ان دونوں کا بوسہ (استلام) کیا جاتا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں رکنوں کو چھونا گناہوں کو مٹا دینا ہے (نسائی)

حضرت ابن عمرؓ نے حضرت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خانہ کعبہ کے صرف دو رکن کا استلام کرتے دیکھا ہے، جو یمن کی سمت ہیں۔

حضرت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رکن یمانی کا استلام کرتے اور اپنے رخسار اس پر رکھ دیتے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے ہیں جو شخص وہاں یہ دعآء کرتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسۡئَلُكَ العَفوَوَالعَافِیَةَ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَاحَسنَةً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ تو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گزرنے والے کی دعاء پر آمین کہتے ہیں اور حجر اسود پر بے شمار فرشتے ہوتے ہیں۔

رکن یمانی ان مقامات میں سے ایک ہے جہاں اللہ تعالیٰ مانگنے والے کی دعاء قبول فرماتے ہیں، رکن یمانی پر بھیڑ ہوتی ہے مگر حجر اسود کی نسبت بہت کم، یہاں ہم آسانی سے دعاء مانگتے تھے اور استلام بھی کرتے تھے، نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رکن یمانی کے قریب ہی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تھا جو استلام کرنے والوں کے لیے مغفرت کی دعاء کر رہے تھے۔ (تاریخ مکہ ج ۲)

حضرت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رکن یمانی اور حجر اسود جنّت کے دروازے ہیں۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے کہ: حضرت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنا رخسار مبارک رکن یمانی پہ رکھ دیتے اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے"۔

مقام ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام

ہمیں طواف کے دوران مقام ابراہیم کو دیکھنا نصیب ہوتا تھا، طواف کرنے والے گزرتے گزرتے شیشے کے اندر موجود اس پتھر کو دیکھتے تھے جس پر حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے قدموں کے نشان تھے، مگر راستے میں زیادہ دیر کھڑے ہونے کی اجازت نہ تھی، شرطے یلاّ یلاّ کی پکار سے آگے کی طرف روانہ ہونے کا اشارہ دیتے تھے، میں اور میری والدہ نے جب سات چکر مکمل کر لیے تو ہم مقام ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو سامنے رکھ کر نوافل پڑھنے لگ گئے، ہم یہی کوشش کرتے تھے کہ دوگانہ اس طرح ادا کریں کہ مقام ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سامنے ہو۔

حضرت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کو جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت قرار دیا اور ان دونوں کے نور کو زائل کر دیا گیا ورنہ ان کے نور سے مشرق و مغرب

روشن ہو جاتے۔(ترمذی)

مقام ابراہیم علیہ السلام بھی ان مقامات میں سے ایک ہے جہاں اللہ تعالیٰ مانگنے والوں کی دعاء کو شرف قبولیت عطاء فرماتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر اسی پتھر پہ کھڑے ہو کر کی تھی، یہ دیوار کی بلندی کے ساتھ بلند ہوتا اور نیچے آتا تھا، اسی پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے امر سے لوگوں کو تعمیر کعبہ اور حج بیت اللہ کی اطلاع دی تھی، اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم پر نماز کی ادائیگی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق مقام ابراہیمؑ پر پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

آبِ زمزم

مقام ابراہیمؑ پہ نوافل کی ادائیگی کے بعد ہم زمزم کنویں کے قریب پہنچے، جہاں آب زمزم کنواں دکھائی نہیں دیتا مگر ٹونٹیوں کے ذریعے خوش نصیب لوگوں کو ٹھنڈا ٹھار پانی پینے کو ملتا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ''روئے زمین کا بہترین پانی آب زمزم ہے، یہ بھوکے کا کھانا بھی ہے اور بیمار کے لیے شفاء بھی۔(کنز العمال)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو شروع کا ایک ماہ زمزم کے پانی کے علاوہ ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، اس پانی کے باعث وہ موٹے ہو گئے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کو برتنوں اور مشکیزوں میں بھر کر لیجایا کرتے تھے اور بیماروں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے تھے، صحابہ کرامؓ پانی پیتے اور سر اور چہرے پر ملتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ زمزم پیتے اور یہ دعاء پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُكَ عِلماً نَافِعاً وَّرِزقاً وَّاسِعاًوَّ شِفَاءً مِّن کُلِّ دَاءٍ (اعلاء السنن ج ۱۰)اے اللہ! بے شک میں آپ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں، رزق وسیع کا سوال کرتا ہوں، ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَاءُ زَمزَمَ لِمَا شُرِبَ (کنز العمال ج ۱۲) آب زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے اس میں مفید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم آب زمزم کو شفایابی کے لیے پیو تو اللہ تمہیں شفا دے گا (ایضاً) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم پلانے والوں کو نیکی کا کام کرنے والے بتایا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، سات چکر لگائے، مقام ابراہیمؑ پر دو نفل پڑھے اور آب زمزم پیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(فضل ماء زمزم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمزم سے مومن کا پیٹ بھر جائے گا اور منافق کا پیٹ نہیں بھرے گا۔(تاریخ مکہ ج ۲)

حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا: بخار جہنم کے سانس کے اثر سے ہوتا ہے اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو یا یہ فرمایا کہ زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔(بخاری، کتاب بدوالخلق)

معجم البلدان، لسان العرب اور بحر العمیق نامی کتب میں زمزم کے کئی اسماء لکھے ہوئے ہیں، جن سے زمزم کی عظمت کی طرف اشارہ ملتا ہے، بقول شاعر

وَاعْلَمْ بِأَنَّ كَثْرَةَ الْاَسَامِي دَلَالَةٌ عَلَى اَنَّ الْمُسَمَّى سَامٌ

جان لو:...ناموں کی کثرت مسمّٰی کی عظمت شان پر دلالت کرتی ہے۔

① زمزم... بہت زیادہ...رک جا، حضرت ہاجرہؓ نے پانی کے گرد منڈھیر بناتے وقت یہ الفاظ استعمال کیے تھے کہ "رک جا" ② زَمَم... متوسط، بین بین۔ ③ زُمیزم... تصغیر زم زم

④ رَكضَةُ جِبرِيلَ: جبریلؑ کی ایڑ۔ ⑤ هَزمَةُ جِبرِيلَ... جبریل کی ٹھوکر

⑥ هَزمَةُ المَلَكِ... فرشتے کی ٹھوکر۔ ⑦ هِيَ سُقيَاء الله لاسماعيل علیہ السلام... اللہ کی طرف سے اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی۔

⑧ اَلشُّبَاعَةُ... سیر ہونے کے بعد بچارہ جانے والا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ نام تھا۔

⑨ بَرَّةٌ...وسیع اور کشادہ۔ ⑩ مَضنُونَةٌ، قابل بخل، نفیس چیز میں انسان بخل سے کام لیتا ہے۔

⑪ تُكتَمُ... چھپا ہوا، پوشیدہ۔ ⑫ شِفَاءُ سَقمٍ... بیماروں کی شفاء۔

⑬ طَعَامُ طَعمٍ بھوکے کا کھانا۔ ⑭ مَكتُومَةٌ... پوشیدہ۔ ⑮ سُقيَا... پانی۔

⑯ اَلرَّوَاءُ... خوش گوار، سیر اب کرنے والا۔

⑰ حُفرَةُ عَبدِالمُطَّلِب، حضرت عبد المطلب کا گڑھا ⑱ شَرَابُ الاَبرَارِ، نیکوکاروں کا پانی۔

⑲ طَعَامُ الاَبرَار... نیکوکاروں کا کھانا۔ ⑳ طِيبَةٌ... پاک و حلال، صاف و خالص شراب۔

㉑ طَاهِرَہ...پاکیزہ۔ ㉒ زُمازِم... بہت پانی۔

(۲۳) سَاق... آگے بڑھنے والا۔(۲۴) همزة جبريل... جبرئیلؑ کی ٹھوکر۔
(۲۵) وَطاَةُ جِبرِيلَ... جبریل کی ٹھوکر۔(۲۶) عِصمَةٌ... بچاؤ (نفاق سے)
(۲۷) عَاصِمَةٌ... بچانے والا (نفاق سے) (۲۸) سالمه... بیماریوں سے سلامتی۔
(۲۹) سِقَايَةُ الحَاجِّ... حجاج کا پانی۔(۳۰) سَيِّدَةٌ... سردار۔(۳۱) شُبَاعَةُ العِيَالِ، عیال کو سیراب کرنے والا۔(۳۲) صَافِيَةٌ... صاف ستھرا۔(۳۳) ظَاهِرَةٌ، زمزم کے منافع ظاہر ہیں۔
(۳۴) ظَبيَةٌ... ظبی عربی میں ہرن کو کہتے ہیں، ہرن کو موت کے سوا کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی، ایسے ہی زمزم پینے والے کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔
(۳۵) عَافِيَةٌ، بیماروں کو عافیت دینے والا۔(۳۶) عَونَةٌ... مددگار۔(۳۷) غِيَاثٌ، فریاد کو سننے والا (اللہ تعالیٰ نے اس پانی کے ذریعے حضرت ہاجرہؓ و اسماعیلؑ کی فریاد سنی۔
(۳۸) قَرِيَةُ النَّملِ... چیونیٹوں کی بستی۔(۳۹) كَافِيَةٌ... ہر مرض اور ہر نیت کے لیے کافی۔
(۴۰) لَاتَنزِفُ وَلَا تَذُمُّ، نہ ختم ہونے والا نہ کم ہونے والا۔(۴۱) ماثرة العباس...
(۴۲) بَرَكَةٌ، برکت والا۔(۴۳) حَرَمِيَّةٌ، حرم کی طرف نسبت۔(۴۴) مُبَارَكَةٌ، برکت والا۔
(۴۵) مُجلِيَةُ البَصَرِ، آنکھوں کی بینائی کو روشن کرنے والا۔(۴۶) مُروِيَةٌ، سیراب کرنے والا۔
(۴۷) مفداه، قابل عظمت پانی۔(۴۸) معذبه، میٹھا پانی۔(۴۹) مُغذِيَةٌ، غذا والا پانی۔
(۵۰) مونسة، محبت دینے والا۔(۵۱) مَيمُونَةٌ، برکت والا۔(۵۲) نَافِعَةٌ، نفع دینے والا۔
(۵۳) رَيٌّ... سیراب کرنے والا۔(۵۴) نُقرَةُ الغُرَابِ الاَعصَم... سفید پیٹ والے کوّے کی ٹھونگیں۔ عبد المطلب کو جب کنواں کھودنے کا حکم خواب میں دیا گیا تو یہ اشارہ ملا جہاں کل سفید پیٹ والا کوّا ٹھونگیں مار رہا ہو گا، اس جگہ زمزم ہو گا۔
(۵۵) بُشریٰ... خوش خبری۔(۵۶) بَضَّةٌ، تھوڑا تھوڑا بہنے والا پانی (۵۷) مَكتُونَةٌ
ایک عرب شاعر نے زمزم کے ناموں کو یوں اشعار میں ذکر کیا

(۱) لِزَمزَمَ اَسمَاءٌ أتَت فَهِيَ بَرَّةٌ — وَّسَيِّدَةٌ بُشریٰ وَعِصمَةٌ فَاعلَم
(۲) وَنَافِعَةٌ مَضنُونَةٌ عَونَةٌ الوَرَّى — وَمُروِيَةٌ سُقيَا وَظَبيَةٌ فَافهَم
(۳) وَهَمزَةُ جِبرَئِيلَ وَهَزمَتُهُ كَذَا — مُبَارَكَةٌ اَيضاً شِفَاءٌ لِأَسقُيم

④ومُونِسَةٌ مَيمُونَةٌ حَرَمِيَّةٌ وَكَافِيَةٌ شُبَاعَةٌ بِتَكَرُّمِ
⑤ومُغنِيَةُ عَدَّت وَصَافِيَةٌ غَدَت وَسَالِمَةٌ اَيضاً طَعَامُ لأطعمِ
⑥شَرَابُ الأَبرَارِ وَعَافِيَةٌ بَدَت وَطَاهِرَةٌ تُكتَمُ فَاعظَمُ بزَمزَمَ

(منقول از تحفۃ حرم ص ۳۵)

ابراہیم بن عبد اللہ الطائی نے درج ذیل اشعار میں زمزم کے اسماء کو جمع کیا ہے۔

①لِزَمزَمَ اَسمَاءٌ مِّنهَا زَمزَمُ طَعَامُ طُعم وَشِفَاءٌ مِّن يَسقُم
②سُقيَا نَبِيَّ اللهِ اِسمَاعِيلاً مُروِيَةٌ هَزمَةُ جِبرَائِيلاً
③مُغنِيَةٌ عَافِيَه وَكَافِيَه سَالِمَةٌ وَّعِصمَةٌ وَّصَافِيَه
④وَبَرَّةٌ بَرَكَةٌ مُبَارَكَةٌ نَافِعَه سِرٌّ يُغشِي نَاسِكَهُ
⑤مُؤَنِّسَةٌ حَرَمِيَّةٌ مَيمُونَةٌ وَظَبيَةٌ ظَاهِرَةٌ مَضنُونَةٌ
⑥سَيِّدَةٌ وَعَونَةٌ قَد دُعِيَت شُبَّاعَةُ العِيَال قِدماً سُمِّيَت

(المحاضرات والمحاورات)

زمزم حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی یادگار ہے، ہزاروں سال پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچے کو وادی غیر ذی زرعہ (بے آباد وادی) میں چھوڑ آئیں، حکم الٰہی کی تعمیل میں جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہاں پہنچے تو راستے ناہموار تھے، آبادی کا نام و نشان نہ تھا، ہر سمت کالے اور پتھریلے پہاڑ دکھائی دیتے تھے، دور دور تک پانی کے آثار نہ تھے، سرسبز درخت نہیں تھے، انسان، چرند، پرند اور دیگر حیوانات کا وجود نہ تھا۔

اللہ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور فرماں بردار بیوی حضرت ہاجرہ کو وادی مکہ میں اس مقام پر لا بسایا جہاں آج زمزم ہے، کچھ کھجوریں اور پانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتھ لائے تھے جو اِن ماں بیٹے کے حوالے کر کے واپس چلے گئے، جب یہ توشہ ختم ہو گیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیاس کی شدّت نے ستایا، حضرت ہاجرہ بے قرار ہو گئیں، یوں وہ پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں، کچھ فاصلے پہ موجود صفا پہاڑی پر چڑھیں، یہاں سے اُتر کر دوسری طرف روانہ ہو گئیں، ساتھ ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام پہ بھی نگاہ رکھے ہوئے

تھیں، مروہ پہاڑی کی طرف جاتے ہوئے ایک نشیبی جگہ تھی جہاں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام دکھائی نہیں دے رہے تھے، اس جگہ سے حضرت ہاجرہ دوڑ کر گزریں، مروہ پہاڑی پہ چڑھ کر دوسری طرف دیکھا، مگر پانی نہیں ملا، یوں بے قراری میں انہوں نے صفا اور مروہ پہاڑی پر سات چکر کاٹے، جب ساتویں چکر میں مروہ پہاڑی پر گئیں تو حضرت ہاجرہ نے ایک آواز سنی، جب آواز والی جگہ پہ واپس ہوئیں تو دیکھا کہ ایک فرشتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس موجود ہے، جبرئیل علیہ السلام نے تسلی کے کلمات کہے اور اپنا پیر زمین پر مارا، جس سے زمین کا وہ چشمہ جاری ہوا جسے زمزم کہا جاتا ہے۔

آب زمزم کا کنواں حرم شریف کے صحن میں نیچے تہ خانہ میں ہے، باب کعبہ سے اس کا فاصلہ ۲۰۰ فٹ ہے، آج کل یہاں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ وضو کرنے کی جگہ بنی ہوئی ہے، زائرین کی آسانی کی خاطر یوں تو حرم میں ہر مقام پہ گلابی رنگ کے کولر موجود ہیں جن میں ٹھنڈا اور گرم دونوں طرح کا زمزم موجود ہوتا ہے، سفید رنگ کی چھوٹی چھوٹی گلاسیاں ہر کولر کے ساتھ ہوتی ہیں، دائیں طرف غیر استعمال شدہ اور دوسری طرف استعمال شدہ، جو شخص ایک بار اس گلاسی میں پی لیتا ہے دوبارہ اسے استعمال نہیں کرتا، یوں عام دنوں میں لاکھوں کی تعداد میں یہ گلاسیاں استعمال کی جاتی ہیں، حرم کے رضاکار بھی بڑی مستعدی سے حاجیوں، معتمرین، اور زائرین کی خدمت کرتے تھکتے نہیں ہیں۔

زمزم کے چشمہ پہ بھی ایک ہجوم ہوتا ہے، سعودی حکومت نے لوگوں کی آسانی کے لیے خودکار موٹروں کے ذریعے زمزم کی سپلائی کا بندوبست کیا ہے، جو چشمہ زمزم کے علاوہ مسجد الحرام کے اندر اور باہر سپلائی دیتی ہیں، زمزم کی تلاش میں کسی جگہ بھی زائرین حرم کو تکلیف نہیں اٹھانا پڑتی، سوائے اس وقت کے جب زائرین گھروں کو واپس آنے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور زمزم کے لیے گیلن مہنگے داموں خریدنے پڑتے ہیں، آج کل گھر لے جانے کے لیے جو زمزم حاصل کیا جاتا ہے وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت کے قریب سے ملتا ہے، بھرا بھرایا گیلن پندرہ ریال کا ملتا ہے اگر آدمی خود بھرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے زحمت، انتظار برداشت کرنا پڑتی ہے۔

مسعیٰ (سعی کرنے کی جگہ)

زمزم پی کر ہم فارغ ہوئے، اب سعی کے لیے مسعیٰ میں جانا تھا، حجرِ اسود کے برابر سامنے مسجد الحرام کے برآمدے میں ایک چھوٹا سا بورڈ لگا نظر آیا، جس پر جلی حروف میں لکھا تھا، ''مسعیٰ'' جس کا معنٰی ہے سعی کی جگہ، ہم نے آگے بڑھ کر صفاء پہ کھڑے ہو کر سعی کی نیت کی۔

''اے اللہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکروں سے سعی کرتا ہوں محض تیری بزرگ ذات کے لیے، پس میرے لیے اسے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرما، رات کا وقت تھا، ایک سمت مسعیٰ کی تعمیر جاری تھی، دوسری سمت میں زائرین حرم سعی کر رہے تھے، ہم نے بڑی آسانی سے سعی کے سات چکر مکمل کیے، یوں حضرت ہاجرہ کی اس عظیم یادگار پہ ہم نے خوب صورت عمل مکمل کیا۔

صفاومروہ

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ دو پہاڑیاں ہیں، جن پر حضرت ہاجرہ نے اپنے لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام کی پیاس بجھانے کی غرض سے پانی کی تلاش میں سات چکر لگائے تھے، ان دونوں پہاڑیوں کا درمیانی حصہ نشیب میں تھا، اس لیے حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نظر سے اوجھل ہو جانے کے سبب اس جگہ سے دوڑ کر گزری تھیں، اللہ نے اس دوڑ کو بہت پسند کیا، ادھر جس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی لگ رہی تھی اسی جگہ سے اللہ نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔

حضرت ہاجرہ جب ان دو پہاڑیوں کے چکر لگا رہی تھیں تب یہ دونوں سخت پتھریلی تھیں، آنے اور جانے کا راستہ آسان نہ تھا، آبادی نہ تھی، مگر اب ان دونوں پہاڑیوں کی نشانیاں موجود ہیں کہ یہ صفا ہے اور یہ مروہ ہے، اب سائبان بھی ہے، سنگِ مرمر کا دو منزلہ برآمدہ ہے، نیچے والی منزل میں سعی کرنے والوں کا ہجوم ہوتا ہے، رمضان اور حج کے موسم میں دوسری منزل پہ بھی سعی کی جاتی ہے، جب حضرت ہاجرہ یہاں چکر لگا رہی تھیں تب پانی کا وجود نہ تھا، اب صفا اور مروہ کے دونوں طرف ٹھنڈے پانی کا شاندار انتظام ہوتا ہے، نماز کے وقت سعی کرنے والے

سعی کے دوران ہی جماعت کی نماز میں شریک ہو جاتے ہیں، ہم نے فجر کی نماز مروہ سے صفا کی طرف آتے ہوئے باجماعت ادا کی تھی۔

حلق

سعی مکمل کرنے کے بعد ہم باب فہد بن عبدالعزیز سے باہر نکلے، اور حجام کی دکان پہ گئے جہاں حلق کروایا، مستورات کے قصر کے لیے مروہ پہ انتظام موجود تھا۔

حلق اور قصر دو شرعی اصطلاحات ہیں، ان میں حلق کا مطلب ہے سر کے سارے بال صاف کروانا، جب کہ قصر کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے سے بال کٹوانا، ان دونوں میں مردوں کے لیے افضل ترین عمل حلق کروانا ہے۔

حلق کروانے کے لیے یہاں حجاموں کی خدمت میں پیش ہونا پڑتا ہے، حرم کے اطراف وجوانب میں حجاموں کی بڑی بڑی دکانیں موجود ہیں، جن پر حجاج ومعتمرین کی خدمت کے لیے چاک وچوبند، ہشیار وچالاک قسم کے چھوٹے بڑے حجام موجود ہوتے ہیں، جن کی مہارت اور کہنہ مشقی کا عالم یہ ہے کہ وہ چند منٹوں میں سارا سر صاف وشفاف بنا کر چٹیل میدان کی طرح کر دیتے ہیں، حلق کروانے کے بعد ایک معقول سی رقم ان کی خدمت میں پیش کرنا پڑتی ہے جو سعودی ریالات کی شکل میں ہوتی ہے، حجاموں کا کاروبار یہاں جوارِ حرم میں ان کاروباروں میں سے ایک ہے جو انتہائی پرافٹ پر چل رہے ہیں۔

فراغت حلق کے بعد ہم نے ہوٹل کا رخ کیا، یہاں ہوٹلوں اور ریستورانوں کی کمی نہیں ہے، ایک پاکستانی ہوٹل پر پہنچے جہاں سے ہم نے فقیرانہ انداز میں بیٹھ کر سادہ سا ناشتہ کیا، پھر کشاں کشاں مسفلہ کی اس گلی میں پہنچے جہاں ہماری رہائش گاہ تھی، یہاں ہم نے غسل وغیرہ کیا چند لمحات بِتانے کے بعد اِستراحت گزیں ہوگئے، چونکہ ہمیں اپنا سفر پاکستان سے شروع کیے کئی گھنٹے گزر چکے تھے، اب ہماری بس ہوگئی تھی، ایک ہی خیال دل میں اٹکھیلیاں کرتا تھا کہ کچھ دیر آرام ہو جائے، تاکہ تازہ دم ہو کر پھر دیدارِ حرم سے شرف یاب ہوں۔

چند گھنٹے استراحت کے بعد ہم بیدار ہوئے، پھر سوئے حرم چل دیے، نماز ظہر حرم مکی میں باجماعت ادا کی، پھر کافی دیر تک ہم یہاں حرم میں رہے، تھکاوٹ کی شدت اب اس طرح نہیں رہی تھی جو پہلے تھی، اب نیا جوش وخروش پیدا ہو چکا تھا۔

زیارات مکّہ

عمرہ ادا کرنے کے بعد دو دن ہم بیت اللہ شریف کے پڑوس میں اقامت پذیر رہے، جی بھر کر بار بار دیدار کعبہ سے شرف یاب ہوتے رہے، ایک شام میں نے قاری وسیم عباسی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت اب زیارات کے لیے بھی ہمیں نکلنا چاہیے، چنانچہ فیصلہ ہو گیا کہ اگلے روز زیارات کے لیے جائیں گے۔

فجر کی نماز ہم نے مسجد الحرام میں باجماعت ادا کی، نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، پھر ناشتے کے لیے ایک پاکستانی ہوٹل میں چلے گئے، ناشتہ سے فراغت کے بعد میں، میری والدہ ماجدہ، امّ ہشام (اھلیہ قاری وسیم عباسی) اور قاری وسیم عباسی صاحب ہم چاروں سڑک کے کنارے ٹیکسی کی انتظار میں کھڑے ہو گئے، یہاں ٹیکسی اور ٹیکسی والوں کی کہیں کمی نہیں ہے مگر اُجرت منہ مانگی لینے کی کوشش کرتے ہیں، ہمیں ایسی ٹیکسی درکار تھی جو مناسب ریال لے کر ہمیں تمام زیارات سے شرف یاب کرتی، چنانچہ ایک شخص ہمیں ملا جس کے پاس نہ صرف اپنی ٹیکسی تھی بلکہ وہ تمام زیارات کے بارے میں اچھے طریقہ سے آگاہ تھا، اس سے بات ہو گئی، اس نے مسفلہ کے کبوتر چوک سے ہمیں سوار کیا اور آگے کی سمت بڑھتا رہا، کافی دور جا کر اس نے گاڑی ایک طرف روک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ جبل ثور ہے۔

غار ثور

جبل ثور کی چوٹی پہ وہ عظمت والی غار ہے، جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ اور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کے دوران تین دن رات پوشیدہ رہے تھے، یہ غار محلّہ مسفلہ کے جنوب میں چار میل کے فاصلے پر ہے، اس کی اونچائی ایک میل ہے، اس غار کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے، غار کی طرف جانے کے لیے قدمچے اور سیڑھیاں بنی گئی ہیں۔

کفار مکّہ نے دارالندوہ کے اجلاس میں حضرت نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش تیار کی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور صبح کو لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب (مدینہ کا پرانا نام) چلے آنا۔

یہی رات تھی کہ قاتل آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہو گئے تھے، ان کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے آپ ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکلے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ میں پہنچے، جہاں سے انہیں لے کر شہر سے جنوب کی طرف چل پڑے۔

آپ ﷺ نے مکہ کے ایک مشرک عبد اللہ بن اریقط سے کچھ رقم کے عوض طے کر لیا تھا کہ وہ خفیہ راہوں سے آپ ﷺ کو مدینہ لے جائے گا، اسی لیے آپ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی تھیں کہ ایک طے شدہ وقت تک وہ ان کی دیکھ بھال کرتا اور انہیں چراتا رہے، آپ ﷺ جب مکہ سے نکلے تو اس بات کا علم یا تو رسول اللہ ﷺ کو تھا، یا ان کے اہل خانہ کو تھا، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا یا صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانہ کو تھا، ان کے سوا کسی کو آپ ﷺ کے نکلنے کی اطلاع نہ تھی۔

حضرت ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے ہوئے غار ثور میں داخل ہو گئے، جس کا بڑا دہانہ قریباً ایک میٹر چوڑا ہے اور چھوٹا دہانہ قریباً آدھا میٹر ہے، اس کی لمبائی اٹھارہ بالشت اور چوڑائی گیارہ بالشت ہے، اس غار میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاتے وقت اپنے بیٹے عبد اللہ کو کچھ ہدایات دے کر گئے تھے، وہ ان کی ہدایات کے مطابق دن بھر قریش میں اٹھتے بیٹھتے، گھومتے پھرتے، ان کی سرگرمیوں پہ نظر رکھتے، پھر شام کو ساری خبریں غار ثور میں لیجاتے اور آپ ﷺ کو آگاہ کر دیتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے اور شام کو یہی بکریاں لے کر غار ثور میں پہنچتے، جہاں رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کا دودھ نوش فرماتے تھے، ضرورت کے مطابق بکری ذبح کر کے گوشت بھی کھاتے تھے۔

غار ثور میں آپ ﷺ کو جمعہ، ہفتہ اور اتوار تین دن گزر گئے، کفّار مکہ تلاش کر کے تھک ہار کر اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئے، عبد اللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر یہاں پہنچا، ۴ ربیع الاوّل کو تینوں نے یثرب کی راہ لی، ایک اونٹنی پر حضرت محمد ﷺ سوار تھے، دوسری پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سوار تھے، آگے آگے عبد اللہ بن اُرَیقط راستہ بناتا جاتا تھا۔

مشرکین مکہ کو جب علم ہوا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نکل چکے ہیں تو ابو جہل نے ان کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ انعام کے طور پر مقرر کیا، قریش مکہ تلاش کرتے کرتے اس پہاڑ پر بھی آ چڑھے تھے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے بلکہ وہ لوگ غار کے منہ پر بھی گھومتے رہے مگر خدا کی شان کہ وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ پائے۔

شاعر اسلام حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ نے اسی منظر کی نقشہ کشی کی ہے۔

ہوئے آزاد باطل کے حصار قہر سے دونوں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں

نبی ﷺ نے خانہ کعبہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا: کہ "اے پیارے حرم میری تیری فرقت کا وقت آیا ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے

تیری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تو اور تری خدمت مجھ کو دنیا سے پیاری ہے
یہ فرماتا ہوا آگے بڑھا اسلام کا ھادی
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی
چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پُر خار رستہ تھا
نبی کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دل صدیقؓ کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے
نہ دیکھا جا سکا پائے محمدؐ کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اٹھایا شان رحمت کو
اندھیرا پتھروں کے ڈھیر کوہ ثور کی گھاٹی
خدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی
بالآخر دو مسافر نزد غار ثور آ کر ٹھہرے
مقدّر تھا یہیں نورانیوں کا قافلہ ٹھہرے

گئے اندر ابو بکرؓ اور زمیں کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے

غار جبل حرا

یہ مکہ مکرمہ کے مشرق کی طرف منیٰ اور عرفات کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، تاج نبوّت پہننے سے پہلے حضرت نبی اکرم ﷺ اسی غار میں جا کر تنہائی میں عبادت کرتے تھے، اسی مقام پر وحی کے نزول کی ابتدا ہوئی تھی، سورۃ اقرا کی ابتدائی آیات اسی جگہ اتری تھیں، اس غار کو غار ثور پر فضیلت حاصل ہے، اس غار میں آپ ایک ماہ تک تنہا رہے اور غار ثور میں صرف تین دن رات قیام رہا، اس کی اونچائی جبل ثور سے تھوڑی ہے، پہاڑ کے دامن تک گاڑیاں جاتی ہیں، حضرت جبریل اور حضرت میکائیل نے اسی مقام پہ آپ ﷺ کا شقّ صدر کیا تھا۔

غار مرسلات: یہ غار مسجد خیف کے قریب ہے، منیٰ میں جبل ثُبیر کے مقابل، اس غار میں حضرت نبی اکرم ﷺ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی تھی۔

جبل ثبیر: یہ عرفات کے میدان کی طرف چلتے ہوئے بائیں ہاتھ پر ایک پہاڑ ہے اسی پہاڑ پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے لیے مینڈھا اترا تھا۔

جبل ابی قبیس: بیت اللہ شریف کے سامنے صفاء پہاڑی کے قریب والا پہاڑ جبل ابی قبیس ہے، یہ زیادہ اونچا نہیں ہے، بعض روایات کے مطابق چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ اسی جگہ ہوا تھا، زمانہ جاہلیت میں اسے جبل امین کہا جاتا تھا، کیونکہ طوفان نُوحؑ کے وقت سے حجر اسود اسی پہاڑ پہ رکھا ہوا تھا، ابو قبیس نامی ایک آدمی نے اس پہاڑ پر گھر بنایا تو لوگوں نے اس پہاڑ کو اسی کی طرف منسوب کر دیا تھا، یہ پہاڑ زمین کے تمام پہاڑوں کی اصل ہے، زمین پر سب سے پہلے یہی پہاڑ پیدا کیا گیا، اسی پہاڑ کے دامن میں رحمت کائنات ﷺ کا در دولت ہے، جہاں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے تھے، جہاں آپ ﷺ کے رشتہ دار اقامت پذیر تھے، اسی کے دامن میں آج ایک مکتبہ موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کا دولت خانہ تھا۔

میدان عرفات

زیارات کے دوران ہم عرفات کے میدان میں بھی گئے جہاں حاجی مناسک حج ادا کرتے ہیں، عرفات جمع ہے، اس کی مفرد عرفہ ہے، عرفہ نو ذی الحجہ کو کہا جاتا ہے، جس دن مسلمان حج ادا کرتے ہیں عرفات کا لفظ اس مخصوص جگہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جہاں اللہ کے مہمان کھلے آسمان تلے رب العالمین کی کبریائی اور عظمت کا اقرار کرتے دکھائی دیتے ہیں، عرفات مکہ مکرمہ سے قریباً پندرہ میل دور ہے، اس کے تین اطراف میں پتھریلے پہاڑ ہیں، اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نو ذی الحجہ کے دن مناسک حج کی تعلیم دیتے تھے اور تعلیم کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرماتے:

عَرَفْتَ فِي اَيِّ مَوْضِعٍ تَطُوْفُ وَفِي اَيِّ مَوْضِعٍ تَسْعَى
وَفِي اَيِّ مَوْضِعٍ تَقِفُ وَفِي اَيِّ مَوْضِعٍ تَنْحَرُ ؟

آپ جانتے ہیں کہ کہاں طواف کریں گے؟ کس جگہ پہ سعی کریں گے؟ کس مقام پہ ٹھہریں گے؟ اور کہاں نحر کریں گے؟ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے عرفتُ، مجھے معلوم ہے، تو دونوں کے سوال و جواب میں اس کلمہ کا استعمال ہوا جو اس میدان کی وجہ تسمیہ بن گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام اور اماں حوّا کو اللہ تعالیٰ نے جنّت سے زمین پر اتارا تو دونوں اس دنیا میں سب سے پہلے اسی جگہ ملے تھے، اس تعارف کی وجہ سے اس کا نام عرفہ پڑ گیا، یوں یہ جگہ عرفات کہلائی، نو ذی الحجہ کو ہر حاجی کو عرفات میں پہنچنا ضروری ہوتا ہے، اس لیے کہ حج کے دو ہی ارکان ہوتے ہیں ایک طواف زیارت اور دوسرا وقوف عرفات، اگر عرفات میں حاجی نہ پہنچ سکا تو حج ہی فوت ہو گیا۔

جبل رحمت: عرفات کے شمالی جانب جبل رحمت ہے، جہاں چند سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔

منیٰ: حدود حرم میں ایک گاؤں کا نام منیٰ ہے، اس کے اور مکہ کے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ ہے حضرت ہرماس بن زیاد باہلیؓ نے عید الاضحیٰ کے دن اس مقام پہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ عضباء نامی اونٹنی پہ سوار تھے اور لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، احناف اور موالک کے نزدیک ایام حج میں تین خطبے ہوتے ہیں پہلا خطبہ سات ذی الحجہ کو مکہ میں، دوسرا نو

ذی الحجہ کو عرفات میں اور تیسرا گیارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں ہوتا ہے۔ حاجی لوگ قربانی بھی منیٰ میں ہی کرتے ہیں۔

مزدلفہ: میدان عرفات سے مزدلفہ پہنچا جاتا ہے، جہاں مغرب اور عشاء کی اکٹھی نماز ادا کی جاتی ہے، مزدلفہ سے متعلق فقہ کی کتابوں میں چند حیران کن سوالات کیے اور ان کے جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

سوال: وہ کون سی فرض نماز ہے جس میں نہ اذان ہے نہ اقامت؟

جواب: عشاء کی نماز ہے جو مزدلفہ میں پڑھی جاتی ہے، بشرطیکہ مغرب اور عشاء میں فاصلہ نہ ہو۔

سوال: وہ کون سی نماز ہے جو بے وقت پڑھی جائے پھر بھی قضا نہ ہو ادا ہو؟

جواب: مزدلفہ کی نماز مغرب۔

سوال: وہ کون سی نماز ہے جو پوری شروط ادائیگی کے ساتھ وقت پر پڑھی جائے اور پھر واجب الاعادہ ہو؟

جواب: مزدلفہ کی مغرب اور اسی طرح عشاء کی نماز ہے جو راہ میں یا عرفات میں پڑھی جائے۔

سوال: وہ کون سی عشاء ہے جس کو صاحب ترتیب مغرب سے پہلے پڑھے اور صحیح ہو؟

جواب: مزدلفہ کی عشاء ہے جو اپنے وقت پر پڑھی گئی ہو اور پھر صبح صادق ہو گئی ہو۔

سوال: وہ کون سی نماز ہے جس کو ایک خاص جگہ میں پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: مزدلفہ کی مغرب اور عشاء۔

آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز یہاں اکٹھے ادا کی تھی، ان دونوں کے درمیان کوئی سنت اور نفل نہیں تھا۔

مسجد نمرہ: مسجد نمرہ اپنے مکمل حسن و جمال کے ساتھ میدان عرفات کے ایک کنارے پر واقع ہے، بہت بڑی مسجد ہے، نو ذی الحجہ کو امام ظہر اور عصر کی نماز یہاں اکٹھی پڑھاتا ہے، نماز سے پہلے دو خطبے پڑھے جاتے ہیں، ان میں حج کے مناسک کی تعلیم دی جاتی ہے، اس مسجد کا نام مسجد عرفہ بھی ہے، اسے مسجد ابراہیم بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد مشعر الحرام: یہ مسجد مزدلفہ میں واقع ہے، یہاں حاجی لوگ عرفات سے روانگی کے بعد قربانی کی رات مغرب اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں ادا کرتے ہیں۔

مسجد خیف: یہ مسجد منیٰ میں واقع ہے، بڑی اور مربع شکل میں ہے، اس کے فضائل کتابوں میں موجود ہیں، اس کے صحن کے درمیان میں ایک گنبد ہے جو مقام انبیاء علیہم السلام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی، یہاں ستّر نبی علیہم السلام مدفون ہیں، ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی یہیں پہ ہے، حجۃ الوداع کے موقع پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف میں نماز پڑھی تھی۔

مسجد الکبش: یہ مسجد منیٰ کے قریب جبل ثبینہ کے قریب واقع ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا تھا اور ان کے فدیہ میں دنبہ نازل ہوا تھا، جسے باذن خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں ذبح کر دیا تھا۔

مسجد دار النحر: یہ مسجد منیٰ میں جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے درمیان عرفات کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف واقع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ضحیٰ ادا فرمائی، حجۃ الوداع میں اس جگہ اپنی ہدی کے سو اونٹ نحر کیے، ان میں سے تریسٹھ اپنے ہاتھ سے اور باقی سینتیس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیے تھے، یہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشترکہ تھے۔

مسجد عقبہ: یہ مسجد منیٰ کے قریب واقع ہے مگر منیٰ سے باہر ہے، مکہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بائیں طرف پڑتی ہے، اس کو مسجد البیعۃ بھی کہا جاتا ہے، ہجرت سے پہلے انصار مدینہ نے اسی مسجد میں حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جس کو بیعت عقبہ کہا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے روز اس جگہ آپؐ نے اپنا جھنڈا نصب کیا تھا، اسی نسبت سے اسے مسجد الرایہ کہا جاتا ہے، یہ جنت المعلّٰی کے راستہ میں عمارات آل جفالی کے مقابل بیرِ مطعم بن جبیر کے قریب واقع ہے۔

مسجد البرایہ: رایہ عربی میں علم اور جھنڈے کو کہا جاتا ہے۔

مسجد جنّ: یہ وہ مقام ہے جہاں جنّات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن کریم سنا تھا، یہ مسجد خانہ کعبہ شریف سے مشرق کی جانب جنت المعلّٰی کے قریب واقع ہے، سورۃ الجن اسی جگہ پہ نازل ہوئی تھی۔

مسجد شجرہ: یہ مسجد مسجد جن کے سامنے واقع ہے۔

مسجد غنم: غنم عربی میں بکری کو کہا جاتا ہے، اس جگہ میں بکریاں فروخت کی جاتی تھیں، اس لیے اسے مسجد غنم کہا جاتا ہے، یہ وادی محصب کے قریب محلہ معابدہ میں واقع ہے، آج کل اس کا نام مسجد الاجابۃ ہے۔

مسجد اجیاد: مکّہ معظّمہ میں ایک پہاڑ ہے جس میں تُبع اور اس کی قوم کے گھوڑے رہتے تھے، اس نسبت سے اس مسجد کا نام اجیاد ہے۔

مسجد جبل ابی قبیس: یہ مسجد جبل ابی قبیس پر واقع ہے، اسے مسجد بلال اور مسجد انشقاق القمر بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد ذی طوی: یہ جوخی کے قریب مشہور جگہ ہے، یہ تنعیم کے راستے میں ہے، یہاں نبی اکرمؐ اپنے حج اور عمرہ میں احرام کی حالت میں اترے تھے۔

مسجد عائشہؓ: یہ تنعیم میں واقع ہے، اسے مسجد تنعیم بھی کہا جاتا ہے، یہ حدود حرم سے باہر ہے اور مکہ مکرمہ کے قریب ہے، مکّہ سے یہاں تک تین میل کا فاصلہ ہے، یہاں سے عمرے کا احرام بھی باندھا جاتا ہے، یہ مسجد حل میں ہے، حل حدود حرم اور میقات کے درمیان کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔

مسجد جعرانہ: یہ طائف کے راستے میں مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے، آپؐ نے جب مکہ فتح کرنے کے بعد طائف کو فتح کیا تو واپسی پہ آپؐ نے اس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

جنت المعلیٰ: مکّہ مکرمہ کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے، یہاں پہ بہت سے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اولیاء اللہ اور بزرگان دین آسودۂ خاک ہیں، امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں، کچی قبریں دور دور تک دکھائی دے رہی ہیں، قبرستان کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، دونوں حصّوں کے درمیان سے ایک سڑک گزرتی ہے، شمال کے چھوٹے سے احاطہ میں حضرت خدیجہؓ اور نبی اکرم ﷺ کے اجداد کی قبور ہیں، جنت البقیع کے بعد مسلمانوں کے تمام قبرستانوں سے افضل ہے، آپ ﷺ نے اسے بہت اچھا قبرستان قرار دیا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد المطلب خواجہ ابو طالب، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ، طاہر بن محمد ﷺ اور طیب بن محمد ﷺ بھی اس قبرستان کے مختلف حصوں میں مدفون ہیں، جنت العلی شارع غزہ پر مسجد جن کے قریب ہے، یہ قبرستان محلہ جحون میں ہے۔

مولد الرسول ﷺ

مکہ مکرمہ کی پہاڑی ابوقبیس کے دامن میں محلہ ''قشاشیہ'' میں سوق الیل نامی گلی میں یہ مکان واقع ہے، اس مکان میں رحمت للعالمین ﷺ پیدا ہوئے، صفا اور مروہ کے درمیان کھڑے ہو کر جبل ابی قبیس کی طرف نظر ڈالیں تو ایک چھوٹی سی دو منزلہ عمارت دکھائی دیتی ہے، جو اگرچہ اپنی اصلی اور پرانی حالت پر نہیں ہے مگر موجود ضرور ہے، یہاں سعودی حکومت نے ایک لائبریری قائم کر رکھی ہے، اس لائبریری کے سامنے بیت الخلاء ہیں، جو کچھ فاصلے پر ہیں، یہاں حضور ﷺ کے کافر چچا ابو جہل کا مکان تھا، یہ مکان مروہ کے قریب تھا، آج بیت الخلاء کے طور پر زیر استعمال ہے۔

محلہ جبل عمریہ: باب فہد بن عبدالعزیز کے سامنے والے پہاڑ پہ حضرت عمرؓ کا مکان تھا، اسی نسبت سے اسے محلہ جبل عمریہ کہا جاتا ہے، آج کل زور شور سے اس پہاڑ کی کھدائی جاری ہے۔

محلہ مسفلہ: اس محلہ میں حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو بکرؓ پیدا ہوئے تھے۔

زقاق الحجر: یہاں ایک پتھر ہے جس پر آپ ﷺ نے کہنی ٹیکی تھی، یہاں دوسرا مقام وہ ہے جہاں گوہ نے کلمہ پڑھا تھا، ایک پتھر بصورت زبان نمودار ہے، اس کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دکان تھی۔

دارالخیزران: یہ وہ محلہ ہے جہاں حضرت عمرؓ ایمان لائے تھے۔

محلہ شبیکہ: قبروں کے لیے یہ جگہ آپ ﷺ نے خرید کر وقف فرمائی تھی، یہ وہ جگہ ہے جہاں جاہلیت کا مارا ہوا باپ اپنی لخت جگر بیٹی کو زندہ در گور کر دیا کرتا تھا۔

محلہ حارۃ الباب: اس محلہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا مکان ہے، اسی محلہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کا مکان ہے، یہاں مدرسہ صولتیہ بھی واقع ہے، یہ دونوں ہی شخصیات باکمال ولاجواب تھیں، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تو بڑے بڑے علماء کے پیرو مرشد تھے، مولانا کیرانوی رحمہ اللہ نے رد عیسائیت پر خوب خوب کام کیا ہے، آپ رحمہ اللہ کے قلم حقیقت رقم سے عربی میں شاہکار کتابیں منصہ شہود پہ آئیں، تقبل اللہ عنہ

مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ

عمرہ کی ادائیگی، مکہ کی زیارات اور بیت اللہ شریف کے دیدار سے بار بار شرف یاب ہونے کے بعد شعبان کے آخر میں پکارا ہوا کہ اب ہمیں مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہونا ہے، مدینہ کے لیے روانگی کا سن کر قلب و جگر کی اتھاہ گہرائیوں میں خوشی اور مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی، عصر کی نماز پڑھ کر ہم مسفلہ سے بڑی لگژری بسوں پہ سوار ہوئے، کچھ مہمانوں کی انتظار تھی، بس کافی خالی تھی، مدینہ جانے والی سواریوں کا انتظار بھی ہونے لگا، یوں بس فوری روانہ ہونے کے بجائے رکتی پھر چلتی، رکتی پھر چلتی، مغرب کی اذانیں بس چلنے کے بعد حرم مکّی کے پڑوس میں ہی گونجنے لگی تھیں، رش کے باعث بڑی گاڑی کو اب روکنا ممکن نہ تھا، بس رفتہ رفتہ آگے کی سمت روانہ ہو گئی، کچھ آگے جا کر ایک مسجد کے باہر رکی، جہاں مردوں نے مسجد میں اور مستورات نے مسجد کے ساتھ بنی جگہ پہ نماز مغرب ادا کی۔

مغرب کی نماز شاہراہ ہجرت پہ ادا کرنے کے بعد ہم پھر اپنی نشستوں پہ بیٹھے اور گاڑی چل پڑی، قمری ماہ کی آخری تاریخیں تھیں، رات تاریک تھی، ہم دائیں بائیں شیشوں کے ساتھ ہو کر باہر جھانکتے کہ کہیں ہمیں وہ مبارک پتھر نظر آجائیں جنھوں نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا دیدار کیا تھا، ہمیں وہ پہاڑ دکھائی دیں جنھوں نے ہجرت کا منظر دیکھا تھا، وہ درخت نظر آجائیں جنھوں نے آقا مدنی ﷺ کے گزرنے کا منظر دیکھا تھا، مگر شب کی سیاہی میں ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

واپسی پہ ہم نے دن کے اجالے میں دائیں بائیں کا منظر دیکھا تھا، دونوں طرف کالے پہاڑ تھے، کالے پتھر تھے، دور دور تک آبادی کا نشان تک نہ تھا، سبزہ نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی، آج اگر کوئی چیز ہم دیکھ رہے تھے تو وہ دورویہ کشادہ اور کھلی سڑک تھی، جس پر دونوں طرف برق رفتاری سے گاڑیاں فرّاٹے بھرتی گزرتی چلی جارہی تھیں، مگر ہجرت کے دن اور رات بھی کیسے عجیب تھے کہ رحمت کائنات ﷺ سنگلاخ چٹانوں، بے آب و گیاہ راستوں اور خوفناک پہاڑوں کی اونچائی اور اترائی سے گزر کر کئی دن بعد مدینہ پہنچے تھے۔

عشاء کی نماز کے لیے گاڑی ایک مسجد کے سامنے جا کر رکی، جہاں ہم سب مسافروں نے اتر کر مسجد میں دو رکعت قصر عشاء ادا کی، ساتھ ہی کھانا تناول کیا اور اپنی نشستوں پہ دوبارہ آکر بیٹھ گئے، گاڑی پھر تیز رفتاری سے سوئے مدینہ بڑھتی چلی گئی، ساڑھے چار پانچ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ آئی جہاں جلی حروف میں لکھا ہوا تھا کہ اس سے آگے غیر مسلم کا گزرنا ممنوع ہے، یہ عبارت پڑھ کر مشام جان فرط مسرّت سے معطّر ہونے لگے کہ اس پاک دھرتی سے چودہ سو سال پہلے مشرکوں کو باہر دھکیل دیا گیا تھا، یہودیوں کو باہر پھینک دیا گیا تھا، آج مدنی آقا ﷺ کے نام لیوا کس قدر جرأت رندانہ کے ساتھ آقائے نامدار ﷺ کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنائے ہوئے ہیں۔

اَخْرِجُوْ الیَہُودَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَب

یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو

اس ارشاد پاک کی روشنی میں یہود و نصاریٰ مکّہ کی حدود حرم میں داخل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مدینہ کی حدود حرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔

یہ خوش کن عبارت دیکھنے کے بعد کچھ دیر گاڑی چلتی رہی، پھر ہر سمت روشنی ہی روشنی دکھائی دینے لگی، قاری وسیم احمد عباسی صاحب نے ہماری حیرانی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اب ہم پہنچ گئے ہیں، دور سے مسجد نبوی ﷺ کے روشن مینار دکھائی دینے لگے۔

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے

اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

چند لمحوں بعد ہم مسجد نبوی کے بالکل پڑوس میں مشرقی سمت میں تھے، گاڑی ایک طرف رکی، مسافروں نے اپنا سازو سامان اتارا، متعلقہ آرام گاہ میں پہنچے، جب ہم یہاں پہنچے تو مسجد نبویؐ میں اذان فجر سے پوری فضا گونج رہی تھی، کلمات اذان کی عطر بیزی سے چہار سو خوشبو کے ہلّے اٹھ رہے تھے، ہم نے اپنا سامان ایک ہوٹل میں رکھا، وضو کیا اور مسجد نبوی ﷺ کی سمت بڑھے، جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے ہر طرف عاشقانِ مصطفے ﷺ دیوانہ وار دکھائی دیئے جو نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد نبویؐ کی طرف رواں دواں تھے۔

شہر مدینہ میں داخل ہونے کے بعد ہم پر لازم تھا کہ ہم سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضری دیتے مگر ہماری مجبوری یہ تھی کہ ہمارے ساتھ والدہ محترمہ تھیں، پھر قاری وسیم صاحب کے ساتھ ام ہشام (اہلیہ قاری صاحب) تھیں، ان کو رہائش گاہ پہنچانا اور سامان کو منتقل کرنا ضروری تھا، تاکہ ہم تسلی اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کے پاک گھر مسجد نبوی میں حاضری دیں اور آقائے دوجہاں ﷺ کے روضۂ پُرانوار پر حاضری وسلام پیش کریں۔

مسجد نبوی شریف کے وسیع وکشادہ صحن سے گزر کر ہم مسجد کے بیرونی دروازے کے پاس پہنچے، جہاں ہم نے دایاں پاؤں اندر داخل کیا اور بِسمِ اللہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھا اور دائیں طرف پاپوش دان میں جوتیاں رکھیں اور آگے کی سمت بڑھنے لگے، وسیع اور عریض مسجد نبوی میں نماز فجر کے لیے صفیں قائم ہو چکی تھیں، امام مسجد نبوی بڑے سوز اور ساز کے ساتھ قرآنی آیات کی تلاوت میں مشغول تھے، اہل ایمان کی صفیں تھیں کہ تاحدّ نگاہ انسانی سر دکھائی دے رہے تھے ان صفوں اور امام کی قرأت سے ہمارے ایمان وایقان کا پیمانہ بڑھ رہا تھا، ہماری توجہ بارگاہ ربانی کی طرف تھی، عشق ومستی میں ڈوب کر پڑھی جانے والی نمازوں میں شاید یہ نماز قابل رشک تھی کہ اس عظیم ہستی کی طرف منسوب مسجد میں ادا کی جارہی تھی جس نے انسانوں کو نماز ادا کرنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا تھا۔

نماز سے فراغت کے بعد ہم آگے بڑھے، ریاض الجنّہ کے قریب پہنچے، وہاں کے حسن وجمال اور انوارات کو دیکھ کر ایک قطار میں شامل ہو گئے، یہ قطار ان لوگوں کی تھی جو اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کے روضۂ پُرانوار پہ اپنا سلام محبت وعقیدت پیش کرنے کے لیے بے تاب تھے، ہم رفتہ رفتہ ایک ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے روضۂ مقدسہ کے قریب پہنچ گئے، جہاں سید الرسل امام الانبیاء، فخر کائنات حضرت نبی اکرم ﷺ کے حضور یوں درود وسلام کا تحفہ پیش کیا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیكَ یَارَسُولَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیكَ یَانَبِیَّ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیكَ یَارَحمَتً لِّلعَالَمِینَ

ہمارے دل و دماغ میں جس قدر آپ ﷺ کی محبت کے جذبات مچل رہے تھے اس طرح سلام پیش نہ کر سکے، کیونکہ روضہ اقدس پہ شُرطے کھڑے تھے، جو یقیناً ہم سے زیادہ سعادت مند تھے کہ انہیں اس عظیم جگہ کی خدمت کرنے اور یہاں پہرہ دینا نصیب ہوا، اور ان لوگوں کا یہاں کھڑا ہونا بھی حکمت سے خالی نہیں ورنہ زور والے لوگ کمزوروں کو ایک لمحہ کی مہلت نہ دیں، جیسے حجرِ اسود پہ طاقت ور لوگ چمٹ کر، دھکّے دے کر استلام کرتے ہیں یہاں بھی ایسا ہی ہو، مگر مثالی نظم و نسق کا یہ فائدہ ہے کہ عُشّاق لمحہ بھر کے لیے روضۂ اطہر کے اندر تک جھانک لیتے ہیں، قبر مبارک کا بھی دیدار کر لیتے ہیں، جالیوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں، سلام بھی پیش کر لیتے ہیں اور ان ارشادات کے مطابق جنّت و شفاعت کے بھی حقدار قرار پاتے ہیں جو آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً فرمائے۔

اگر خوش نصیب زائر کو پورا موقع ملے تو وہ سلام بھی کثرت سے پڑھے اور یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اَلسَّیِّدُ الکَرِیمُ وَالرَّسُولُ العَظِیمُ وَالرَّؤُفُ الرَّحِیمُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اے ہمارے نبی، ہمارے سردار اور ہمارے محبوب آپ پر سلام

اے اللہ کی بادشاہی کے حسن و جمال آپ پر سلام

اے عرش الٰہی کے نور آپ پر سلام

اے اللہ کی مخلوق میں بہترین آپ پر سلام

اے گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام

اے رحمۃٌ للعالمین کے مصداق حقیقی آپ پر سلام

اے امام المرسلین آپ پر سلام

اے سید المرسلین آپ پر سلام

اے خاتم النبیین آپ پر سلام

اے متّقی لوگوں کے سردار آپ پر سلام

اے خُلق عظیم کے مالک آپ پر سلام
اے اہل ایمان کے لیے رؤف الرحیم آپ پر سلام
اے عبد اللہ کے نور نظر مکہ کے درّ یتیم آپ پر سلام
اے آمنہ کے لعل اے محبوب سبحانی آپ پر سلام
اے سراج منیر ﷺ آپ پر کروڑوں درودو سلام۔

اگر ہمیں ذرا مہلت ملتی تو عرض گزار ہوتے کہ اے اللہ کے لاڈلے رسول ہم گناہوں کی پوٹلیاں پھینک کر آپ کی طرف بھاگ آئے ہیں، اپنے سیاہ اعمال کے دفتر پھینک کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں، اے اللہ کے حبیبؐ ہم شفاعت کے طلب گار بن کر آئے ہیں، ہم پناہ پکڑنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

بار گاہ ایزدی میں ہماری سفارش کر دیجیے، گنہ گار امت کے لیے آپ ﷺ ہی تو شفیع ہیں۔

اس شان والے دربار پہ کاش ہمیں موقع ملتا، ہم دکھڑے سناتے، ہم خاصہ ٔخاصان رسل کے سامنے کچھ معروضات پیش کرتے، اور عرض کرتے کہ

یارسول اللہؐ: ہم آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم شوق ورغبت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم آپ کے عالی شان دروازے پہ کھڑے ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم آرزوئیں اور امیدیں لے کر آئے ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہمیں خائب اور نامراد نہ لوٹائیے۔
یارسول اللہؐ: ہمیں اپنی شفاعت سے محروم نہ فرمائیے۔
یارسول اللہؐ: آپ ہمارے سردار ہیں، ہم شفاعت کے طلب گار ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم بار گاہ خداوندی میں آپ کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم بار گاہ الٰہی میں آپ کے بلند درجات کے خواہاں ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم بار گاہ صمدیت میں آپ کے لیے مقام محمود کے خواستگار ہیں۔
یارسول اللہؐ: ہم آپ کے لیے اللہ سے حوض کوثر کے سوالی ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ: ہم آپ کے لیے شفاعت عظمیٰ کے عظیم مقام کے سوالی ہیں۔

اے کاش، اے کاش ہمیں وہ خوش نصیب گھڑی نصیب ہو جاتی جس میں ہم عرض کناں ہوتے۔

یاحبیب اللہ: آپ ہی اللہ کے حبیب ہیں۔

یاشفیع اللہ: آپ ہی کی شفاعت سے حرماں نصیب بامراد ہوں گے۔

یاحبیب اللہ: پل صراط پہ آپ کی شفاعت کی امید رکھی جائے گی جب قدم پھِسلیں گے۔

یارسول اللہ: اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔

یارسول اللہ: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

یارسول اللہ: آپ اللہ کی وحی کے امین ہیں۔

یارسول اللہ: آپ نے پیغام ربّانی پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

یارسول اللہ: آپ نے امانت ادا کر دی۔

یارسول اللہ: آپ نے امّت کو خیر کا پیغام دیا۔

یارسول اللہ: آپ کی آمد سے اندھیرے چھٹ گئے۔

یارسول اللہ: آپ کے آنے سے ہر سو اُجالا ہوا۔

یارسول اللہ: آپ نے راہ حق میں جہاد کیا بلکہ جہاد کا حق ادا کیا۔

یارسول اللہ: آپ نے کیا خوب عبادت کی بلکہ عبادت وبندگی کا حق ادا کر دیا۔

یارسول اللہ: اللہ آپ پر بہت بہت رحمتیں نازل فرمائے۔

یارسول اللہ: آپ کو اللہ ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

اے کاش! ہمیں بہت زیادہ اس عالی دربار پہ کھڑا ہونے کا موقع ملتا تو ہم دردمندانہ اور عاجزانہ سی التماس کرتے، درخواست کرتے، سوال کرتے کہ

یاشفیع اللہ: ہم آپ سے شفاعت کا سوال کرتے ہیں، قیامت والے دن، جب ہر شخص گھبراہٹ کا شکار ہو گا، جس دن مال اور منال، آل اور اولاد کسی قسم کا نفع نہیں دے گی۔

یارسول اللہ: ہمارے لیے اور ہمارے والدین کے لیے سفارش کیجئے۔

یارسول اللہ: ہمارے ہمسایوں، ہمارے اساتذہ اور ہمارے مشائخ کے لیے شفاعت کیجئے۔

اے سلطان انبیاء: آپ پر درود و سلام کی بارش ہو۔

سرکار مدینہ ﷺ اس روضہ مقدسہ میں آرام فرماہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات دی ہے، آپ کا کفن تک میلا نہیں ہوا، آپ کا جسم اطہر صحیح و سلامت ہے، اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیاہے کہ وہ کسی نبی کے جسم کو کھائے، پھر میرے آقا و مولیٰ ﷺ تو جنت میں ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے منبر اور روضہ کے درمیان والی جگہ کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیاہے، یہ حجرہ امّی عائشہؓ کا ہے، جہاں رحمتوں کی برسات ہوتی ہے، میرے آقا سلام سنتے ہیں، جواب بھی دیتے ہیں۔

آج مجھے موقع ملتا تو میں عرض کرتا کہ آقا اللہ کریم نے ہمیں تسلّی دی ہے کہ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّاباً رَحِيماً،اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والے اور مہربانی فرمانے والے پاتے۔

یارسول اللہ: ہم اپنی جانوں پر ظلم کرکے آئے ہیں۔

یارسول اللہ: ہم اپنے گناہوں کی بخشش کروانے آئے ہیں۔

یارسول اللہ: ہمارے لیے بخشش کی دعاء کیجئے۔

یارسول اللہ: ہماری شفاعت کیجئے۔

یارسول اللہ: اللہ سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمارے تمام مطلوبات میں ہم پر احسان فرمائے۔

یارسول اللہ: اللہ سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے۔

یارسول اللہ: اللہ سے درخواست کیجیے کہ وہ ہماراحشر آپ کے گروہ میں فرمائے۔

یارسول اللہ: اللہ سے درخواست کیجیے کہ ہمیں آپ کے دستِ اقدس سے حوضِ کوثر کاجام پلائے

یارسول اللہ: آپ کا ارشاد پاک ہے کہ جو میرے روضے پہ آئے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گی۔ آپ بارگاہ رب العالمین میں ہماری شفاعت فرمایئے، ہم تہی دامن آپ کے روضہ پہ حاضر ہوئے ہیں۔

یارسول اللہ: آپ کا ارشاد گرامی ہے جس نے میرے وصال کے بعد میرے روضہ کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، اے آقا: ہم نے اس ارشاد کی تعمیل کر دی، قبول فرمالیجیے۔

یارسول اللہ: آپ کا ارشاد پاک ہے، جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اسے میری زیارت ہی مقصود تھی، کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر نہ تھا تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں قیامت کے روز اس کی سفارش کروں گا، اے آقا: ہماری غرض اولین، ہمارا مقصود صرف آپ کے روضے کا دیدار تھا، ہماری حاضری قبول فرمائیے۔

اے کاش! ہمیں اتنا موقع مل جاتا کہ ہم جی بھر کر مواجہہ شریف کے سامنے باادب کھڑے رہتے، درود و سلام پیش کرتے، رحمتیں اور برکات سمیٹتے، عشق و محبت کے اتھاہ سمندر میں ڈوب ڈوب جاتے، عشق و مستی کے عالم میں ہم سلام محبت عرض کرتے، ہمیں آقا ﷺ کی طرف سے وعلیک السلام کہا جاتا اور یہ ہماری حیات مستعار کا قیمتی اثاثہ بن جاتا، یہ وہی روضۂ اطہر ہے جس پہ اٹھارہ سال تک شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کا درس دیا، یہ وہی مرکز تجلّی ہے جس کی صفائی انہوں نے جھاڑو کی بجائے اپنی ریش مبارک سے کی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ آقا مدنی ﷺ کے روضہ کی صفائی جھاڑو سے کرنا بے ادبی خیال کرتا ہوں، عشق و مستی میں ڈوب کر سلام پیش کیا اندر سے جواب آیا وعلیک السلام یا ولدی، اے میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو۔

ہم نے رات کی تاریکی میں مکّہ سے مدینہ شریف کا سفر کیا تھا، بسیار کوشش کے باوجود ہمیں چلتی گاڑی کے شیشوں سے باہر کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی، کوئی راہبر و راہنما بھی نہیں تھا جو ہمیں بتاتا کہ یہاں یہاں سے آقا ﷺ کا گزر ہوا، یہاں پڑاؤ کیا، یہاں آرام کیا، یہاں نماز ادا کی، یہاں سواری سے اترے، یہاں صحابہ کرامؓ سے محو گفتگو ہوئے، بس چلتی رہی، ہم تصوّرات کی دنیا میں کھوئے رہے، خیالات کی دنیا میں مگن رہے، مدینہ کی خیالی تصویر دماغی سکرین پہ گردش کرتی رہی، اگر کوئی راہبری کرتا تو ہم شاہراہ ہجرت پہ واقع متبرک مقامات کو دیکھتے، مقابر پہ حاضری دیتے، فاتحہ خوانی کرتے، اپنی سعادت مندیوں میں اضافہ کرتے، ان مساجد اور سجدہ گاہوں کی زیارت کرتے جو آقا مدنی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب

ہیں، یہاں ہم ادب سے سر جھکائے داخل ہوتے، دوگانہ ادا کرتے، اپنے آقا کریم ﷺ کی سنت زندہ کرتے، لکھنے والوں کے مطابق شاہراہ ہجرت پہ بیس مساجد ہیں جو یادگار ہیں۔

مقام سرف میں حضرت امّ المؤمنین میمونہؓ آسودہ خاک ہیں، جو مکّہ سے مدینہ کی راہ پہ وادئ تنعیم کے قرب وجوار میں موجود ہے، کوئی بتاتا تو ہم یہاں کی برکات سمیٹتے، راہ وفا کے گرد و پیش کئی چشمے اور کنویں ہوں گے ان کا میٹھا پانی نوش جاں کرتے اور دل و دماغ کی کثافتیں دھوڈالتے، ہمارے بس میں ہوتا تو جوں جوں مدینہ قریب آتا ہم سواری کو مہمیز لگاتے اور اس کی سبک رفتاری میں کئی گناہ اضافہ کر دیتے، جیسے میرے آقا دور دراز کے اسفار سے واپسی پہ اپنی سواری تیز کر دیتے تھے، مدینہ کی محبت آپ کے دل میں جاگزیں ہوتی تھی، ہمارے بس میں ہوتا تو ہم آج یہاں برہنہ پا چلتے کہ آقا مدنی ﷺ کا ایک دیوانہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جب محبوب پاک ﷺ کی دھرتی پہ پہنچے تو جوتیاں اتار کر بغل کے نیچے داب لی تھیں، کسی نے عرض کیا کہ حضرت! یہ سنگریزوں کی دھرتی ہے، نوکیلے پتھر اور کنکر پاؤں میں چُبھ کر زخمی کر دیں گے، فرمایا! اس کی کوئی بات نہیں، قاسم یہ نہیں چاہتا کہ جہاں چودہ سو سال پہلے آقا مدنی ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں قاسم کا ناپاک جوتا لگے، جب تک پاک دھرتی پہ رہے جوتا نہیں پہنا، ہم کتنے بے ادب ہیں کہ مسجد نبوی کے بیرونی صحن میں مشرقی سمت لگی ٹائلوں پہ برہنہ پا پھرنے سے پریشان ہو گئے، ان کی تپش پاؤں جلاتی تھی، ہم برداشت نہ کر سکے، مسجد کی انتظامیہ نے نازک مزاجوں کی نازکی طبع کا خیال رکھتے ہوئے جگہ جگہ لوح نصب کر رکھی ہے کہ اس ٹائل پہ ننگے پاؤں مت چلیں، جوتا پاس نہ ہونے کی صورت میں انتظامیہ سے رابطہ کریں، جوتا پہن کر یہاں پھریں، یہ ٹائل پاؤں جلاتی ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے کس خوبصورتی سے اپنے جذبات محبت کا اظہار کیا، جو رہتی دنیا تک زائرین روضہ کے لیے مشعل راہ رہے گا، فرمایا:

تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں امیر لشکرِ پیغمبراں شہ ابرار ﷺ
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو ابو البشر کے خدا اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار
کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان ہموار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا؟ بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا سردار

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا اشمار
جیوں تو سگانِ حرم کے تیرے پھروں مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور ومار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اُڑا کے باد میری مشتِ خاک کو پسِ مرگ کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا کہ آنکھیں چشمۂ آبی درون غبار

اسی مکتب غیوّراں کے ایک فرزند فاضل رشیدی نے کہا:

میں آج دیارِ پاک میں ہوں دامانِ شاہ لولاک میں ہوں
سر خم ہے مقدّر سے اس جا بیٹھے تھے جہاں محبوب خدا
اے شاہ: تیرا اک ادنیٰ گدا ہے فرقت کا تڑپایا ہوا
بے حد عاصی، شرمایا ہوا کل دنیا کا ٹھکرایا ہوا
دنیا میں جنس وفا دے دے آخر میں اپنی رضا دے دے
بیکس ہوں، غم کا مارا ہوں میں عاجز ہوں بے چارا ہوں
اعمال سے دامن خالی ہے یہ حال ہے یہ بدحالی ہے
میں اشکِ ندامت لایا ہوں امید شفاعت لایا ہوں
بیٹھا ہوں، تصوّر عرش پہ ہے ایسا کہ عرش اس فرش پہ ہے
جذبات مرے سرشار ہوئے احساس حسین بیدار ہوئے
جنّت کی فضائیں پاس مرے روضے کی ہوائیں پاس مرے
یہ باغِ ارم کا ہے نقشہ یہ گنبد خضرا کا جلوہ

جلووں میں طور کا عالم ہے اک نور میں نور کا عالم ہے
مسرور ہے دل، آزاد ہے دل سر مست فضا ہے شاد ہے دل
دل رنج و محن کو بھول گیا میں یاد وطن کو بھول گیا
یہ قرب محمدؐ کی عظمت اللہ کی بندے پر رحمت
یہ کون ہیں میرے پیش نظر اے وقت ذرا آہستہ گزر

شیخ اسلام حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اشکبار آنکھوں کے ساتھ آقائے دو جہاں ﷺ کے روضہ کی طرف دیکھ کر گویا ہوئے

دمکتا رہے تیرے روضے کا منظر سلامت رہے تیرے روضے کی جالی
ہمیں بھی عطاء ہو وہ شوق بوذرؓ ہمیں بھی عطاء ہو وہ جذبۂ بلالیؓ

مولانا ظفر علی خان مرحوم روضۂ رسول اللہ ﷺ پہ پہنچے تو اپنے جذبات پہ قابو نہ پا سکے اور کہنے لگے

دیار یثرب میں گھومتا ہوں نبیؐ کی دہلیز چومتا ہوں
شراب عشق پی کر میں جھومتا ہوں رہے سلامت پلانے والا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور

آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام پیش کرنے کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کیا اے ہمارے سردار ابو بکر صدیقؓ آپ پر سلام ہو۔
اے خلیفہ رسول بلا فصل آپ پر سلام ہو
اے رسول اللہ کے ساتھی آپ پر سلام ہو
اے غار میں نبی کے ساتھ رہنے والے آپ پر سلام ہو
اے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار کے مصداق آپ پر سلام ہو
اے اللہ اور رسول کی محبت میں تمام مال خرچ کرنے والے آپ پر سلام ہو
اے خلیفہ اوّل: اے تاج العلماء! اے صھر نبی آپ پر سلام ہو

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجنے کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہ سلام پیش کیا۔

اے عمر بن خطابؓ آپ پر سلام ہو

اے عدل و انصاف کے ساتھ گویا ہونے والے آپ پر سلام

اے حق و صداقت بھری گفتگو کرنے والے آپ پر سلام

اے محراب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ شہادت کا تاج پہننے والے آپ پر سلام

اے دین اسلام کو غالب کرنے والے آپ پر سلام

اے بت شکن عمر! آپ پر سلام ہو

اے فقیروں، کمزوروں، بیوہ گان اور یتیموں کی خبر گیری کرنے والے آپ پر سلام

اے عمر: آپ وہ عظیم انسان ہیں جن کے حق میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

لَو کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَر

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تاج نبوت عمرؓ کے سر پر رکھا جاتا۔

اے عمر: اللہ آپ سے راضی ہوا، اللہ آپ کو پروانہ رضا عطاء فرمائے، جنّت عطاء کرے۔

اے عمر: جنت آپ کی منزل، آپ کا مسکن اور آپ کا محل ہے۔

اے دوسرے خلیفہ رسول! اے تاج العلماء! اے صھر نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت کا نزول ہو۔

کہیں کہیں سلام زبان قال سے اور اکثر زبان حال سے پڑھا اور باب جبریلؑ سے باہر نکل آئے، باہر نکل کر ہم روضۂ اقدس کے اوپر بنے سبز رنگ کے حسین، خوبصورت، دلربا اور دلکش گنبد کو جی بھر بھر کر دیکھنے لگے۔ اور زبان حال و قال سے بارگاہ ایزدی میں عرض کرنے لگے۔

مناجات دَربار گاہِ رب العالمین

اے مولیٰ! تو رب العالمین ہے

اے مولیٰ! تو سوال کرنے والوں کی امید گاہ ہے۔
اے مولیٰ! تو خوف زدہ لوگوں کی امید گاہ ہے۔
اے مولیٰ! تو متوکلین کا محافظ و نگہبان ہے۔
اے مولیٰ! تو حنّان، منّان، دیّان، سبحان، سلطان اور قدیم الاحسان ہے۔
اے مولیٰ! آقائے دوجہاں کے حضور اس جگہ پہ ہمارا کوئی گناہ نہ چھوڑ، سب معاف کر دے،
اے اللہ! سارے غم و حزن کھول دے
اے اللہ! سارے قرضے ادا کر دے
اے اللہ! سارے عیبوں کی پردہ پوشی کر دے
اے اللہ! ساری بیماریوں کو شفا میں بدل دے
اے اللہ! دور کے مسافروں کو نجات عطاء فرما
اے اللہ! گمشدگان کو واپس لے آ
اے اللہ! دشمنانِ اسلام کو خائب و خاسر کر دے
اے اللہ! فقیروں کی دستگیری فرما انہیں غنی کر دے
اے اللہ! دنیا و آخرت کی ضروریات کو پورا فرما دے
اے اللہ! تو دعائیں سننے والا ہے ہماری دعائیں سن لے
اے اللہ! ہمارے الجھے معاملات کو سلجھا دے، آسانیاں پیدا فرما، ہمارے سینے کھول دے۔
اے اللہ! ہماری زیارات کو شرف قبول عطا فرما
اے اللہ! ہمارے خوف کو امن میں بدل دے
اے اللہ! ہمارے عیبوں پہ پردے ڈال دے
اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر دے
اے اللہ! ہمارے دکھ درد دور فرما دے
اے اللہ! ہمارے مردوں پہ رحم فرما
اے اللہ! ہماری نیکیاں قبول فرما لے

اے اللہ! ہماری برائیاں مٹادے

اے اللہ! ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرما

اے اللہ! ہمیں سلامتی ایمان اور تندرستی جان کے ساتھ اپنے بچوں اور اہل اولاد تک واپس لے جا

اے اللہ! ہمیں پناہ گیروں، کامرانوں اور شاکرین کے زمرے میں شامل فرما

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنادے جن پر کوئی خوف و غم نہیں ہو گا

اے اللہ! ہمیں اور ہمارے برادران جو ایمان میں سبقت لے چکے انہیں معاف کر دے، ہمارے دلوں میں ان کے بارے کینہ اور کھوٹ پیدا نہ فرما

اے اللہ! تو رؤف ور حیم ہے

اے اللہ! اس عظیم نبی ﷺ جس پر آپ اور آپ کے فرشتے درودو سلام بھیجتے ہیں کے وسیلے اور طفیل ہمیں ایمان کامل اور یقین صادق عطاء فرما

اے اللہ! علم نافع، قلب خاشع، لسان ذاکر، اولاد صالح، رزق واسع، توبہ نصوح، صبر جمیل، اجر عظیم، عمل صالح، عمل مقبول، نفع مند تجارت عطاء فرما۔

اے اللہ! دلوں کے بھید جاننے والے، مجھے اور تمام مسلمانوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جا۔

اے اللہ! مجھے اسلام کی حالت میں موت عطاء فرما

اے اللہ! مجھے نیکو کاروں میں شامل فرما

اے اللہ! مجھے دنیاو آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمااور عذاب قبر اور عذاب جہنّم سے بچالے

اے اللہ! دولتِ ہدایت دینے کے بعد چاہ ضلال میں نہ گرانا

اے اللہ! اپنی جناب سے رحمت عطافرما

اے اللہ! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے

بقیع غرقد میں حاضری

بقیع مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، یہ شہر کی مشرقی جانب واقع ہے یہاں بے شمار جلیل القدر

صحابہ کرام آسودۂ خاک ہیں، امّت کے خوش نصیب لوگ یہاں مدفون ہیں، بڑے بڑے اولیاء اللہ یہاں آرام فرماہیں، حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہاں ان لوگوں کو سپرد خاک کر دیا جاتا ہے جن کا انتقال مدینہ میں ہوتا ہے۔

ہم روزضہ رسول ﷺ پہ سلام پیش کرنے کے بعد آگے بڑھے، بقیع کا دروازہ کھلا تھا، زائرین اندر داخل ہو رہے تھے، ہم بھی سنّت کے مطابق اندر داخل ہو گئے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيكُم دَارَ قَومٍ مُومِنِينَ وَاِنَّا اِن شَآءَ اللهُ بِكُم لَلَا حِقُونَ اَللّٰهُمَّ اغفِر لاَ هلِ بَقِيعِ الغَرقَدِ اَللّٰهُمَّ اغفِر نَاوَلَهُم

اے اہل ایمان! تم پر سلام، ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں،
اے اللہ! بقیع غرقد میں آسودہ خاک لوگوں کی مغفرت فرما
اے اللہ! ہمیں بھی معاف کر دے اور ان کی بھی بخشش فرما۔

مشہد عثمانؓ

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی معلومات کے مطابق بقیع غرقد میں دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہوئے، ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو آقائے نامدار ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی وصال فرما گئے تھے، کچھ ایسے تھے جو آپ ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد فوت ہوئے اور یہاں دفن ہوئے، دس عدد قبریں یا مشاہد ایسے ہیں جو معین طور پر متعارف ہیں، ان میں ایک حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے، جو آپ ﷺ کے تیسرے خلیفہ اور دوھرے داماد تھے، مشہد عثمانؓ بقیع کے مشرق میں ہے، بقیع میں مدفون تمام لوگوں میں افضل یہی مقام ہے، زائر یہاں پہنچ کر یوں سلام کہے۔

اے سیّدنا عثمانؓ آپ پر سلام ہو
اے امیر المؤمنینؓ آپ پر سلام ہو
اے خلیفۂ ثالث آپ پر سلام ہو
اے ذی النّورین آپ پر سلام ہو
اے دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کرنے والے آپ پر سلام ہو

اے اپنے گھر کی دہلیز کے اندر جام شہادت نوش کرنے والے آپ پر سلام ہو
اے امیر المؤمنین نبی اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اللہ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ جنت کو آپ کی منزل، مسکن اور محل بنائے۔

اے امیر المؤمنین ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہماری شفاعت کے لیے کہیں اور ہمارے پروردگار سے عرض کریں کہ وہ ہماری سعی کو قبول فرمائے اور وہ ہمیں ملّت اسلامیہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے اور اہل اسلام کے زمرے میں شامل فرمائے۔

مشہد ابراہیم بن محمد ﷺ

دوسرا مشہد حضرت ابراہیم کا ہے، آپ حضرت نبی اکرم ﷺ کے فرزند تھے، آپ ہی کی وفات پر حضور ﷺ غم میں ڈوب گئے تھے، آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تھے، یہاں کچھ دوسرے صحابہ اور صحابیات آسودہ خاک ہیں، ان میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، فاطمہ بنت اسدؓ، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی قبریں اسی جگہ پہ ہیں۔

مشہد سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عباسؓ نبی اکرم ﷺ کے چچا تھے، اس مشہد میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ امام زین العابدین رحمہ اللہ، امام محمد باقر رحمہ اللہ، امام جعفر صادق رحمہ اللہ مدفون ہیں۔

مشہد عائشہؓ

حضرت عائشہؓ اور نبی اکرم ﷺ کی دوسری بیویاں یہاں مدفون ہیں، البتہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت میمونہؓ کی قبر یہاں نہیں ہے۔

مشہد عقیل رضی اللہ عنہ

حضرت عقیلؓ خواجہ ابو طالب کے بیٹے تھے وہ یہاں مدفون ہیں، ان کے ساتھ سفیان بن حارث، عبد اللہ بن جعفر طیّارؓ اس مقام پہ مدفون ہیں، حضرت عقیلؓ کی قبر کے بارے مختلف آراہیں۔

مشہد بنات: حضرت نبی اکرم ﷺ کی بیٹیاں یہاں مدفون ہیں۔

مشہد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ: حضرت سعد بن معاذؓ اکابر انصار صحابہؓ میں سے تھے وہ بھی یہاں آسودہ خاک ہیں۔

مشہد صفیہؓ: خواجہ عبد المطلب کی بیٹی اور حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھی یہاں آرام فرماہیں یہ حضرت زبیرؓ کی والدہ ہیں، ان کی قبر بقیع کے دروازے کے قریب باہر جانے والے کی بائیں طرف ہے۔

مشہد مالک رحمہ اللہ: حضرت امام مالک رحمہ اللہ فقہ کے مشہور امام ہیں وہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

مشہد نافع رحمہ اللہ: حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، بڑے درجے کے تابعین میں ان کا شمار ہوتا تھا وہ بھی اسی مقام پہ آسودۂ خاک ہیں۔

ان کے علاوہ امت مسلمہ کے اکابر، صلحاء، اتقیاء کی یہاں پہ قبور ہیں، جو محض اس لیے یہاں رہتے تھے کہ مدینہ کی موت سعادت مندی کی موت ہے، بقیع غرقد میں تدفین شفاعت کا مستحق بنادے گی، ہمارے بہت سے بزرگ سالہا سال تک یہاں اسی لیے قیام اختیار کرتے تھے کہ بلد الرسول ﷺ میں موت آجائے۔

حافظ غلام محمد جالندھری رحمہ اللہ

حضرت حافظ غلام محمد جالندھری رحمہ اللہ جنہوں نے ملکہ کوہسار مری میں قرآن کی بہت زیادہ خدمت کی، وہ بھی کئی سال تک مدینہ طیبہ میں رہے، مسجد نبوی کی نماز میں، بار بار روضۂ رسول ﷺ کی زیارت اور ریاض الجنّہ کے نوافل ان کی زندگی کا معمول تھا، اسی جگہ پہ انتقال ہوا اور بقیع غرقد میں آسودہ خاک ہوئے۔

میرے تایا حاجی فضل کریم رحمہ اللہ: بھی رزق حلال کی تلاش میں یہاں ڈیرے لگائے ہوئے تھے، جس کفیل کے پاس کام کرتے تھے وہ مالی لحاظ سے کمزور تھا، سالہا سال تک تنخواہ نہیں دیتا تھا، کئی کئی سال گھر میں کچھ نہیں بھیجتے تھے، رشتہ دار سوال کرتے کہ آپ پردیس کی زندگی بھی کاٹ رہے ہیں اور وہاں سے کچھ ملتا بھی نہیں ہے، تو تایا مرحوم مسکرا کر فرماتے کہ مجھے پنجگانہ نماز

مسجد نبوی میں مل جاتی ہے، روضۂ اطہر کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے، ہر وقت سبز گنبد میرے سامنے ہوتا ہے، مجھے اور کیا چاہیے؟ ایک حادثہ میں شہید ہوئے، بقیع غرقد میں تدفین ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی قبر پہ جانے کی توفیق دی،

مدینہ شریف

نماز، درودوسلام اور زیارت اہل بقیع سے فراغت کے بعد ہم شہر مدینہ کے خوب صورت درودیوار اور کچھ فاصلے پہ دلکش پہاڑوں کا نظارہ کرنے لگ گئے، میری زبان پہ بے ساختہ یہ جملہ جاری ہوا۔

مدینے دیاں پاک گلیاں سارے جگ نالوں بھلیاں

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مدینہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اس میں رہتے ہیں، جو شخص بے رغبتی کی وجہ سے مدینہ کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو لائے گا، جو شخص مدینہ کی سختی، بھوک اور پیاس، محنت اور مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کی اطاعت کی گواہی دوں گا۔(مسلم)

حضرت نبی اکرم ﷺ مدینہ کے لیے یوں دعاء کیا کرتے تھے۔

اے اللہ! ہمارے پھل میں برکت دے

اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت دے

اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت دے

اے اللہ! ہمارے مُد میں برکت دے

اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور نبی ہوں۔

اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ کے لیے دعاء کی تھی میں مدینہ کے لیے دعاء کرتا ہوں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو عظمت دی اور اسے حرم بنایا، میں مدینہ کو عظمت دیتا ہوں اور اسے حرم بناتا ہوں، اس کے دونوں طرف کے اطراف میں، اس میں خوں ریزی کی جائے اور نہ اس میں لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے، نہ

اس کے درختوں کے پتے جھاڑے جائیں، مگر جانوروں کے چارہ کے لیے۔(مسلم)

آپ ﷺ نے مدینہ کے لیے دعاء کی: اے اللہ! تو مدینہ کو ہمارا دوست بنا دے، جس طرح تونے مکہ کو ہمارادوست بنایا تھابلکہ اس سے زیادہ عزیز اور مدینہ کی آب وہوا کو درست کر، ہمارے لیے مدینہ کے صاع اور مد میں برکت دے، مدینہ کے بخار کو دور کر دے، اس کی بیماری کو جحفہ میں بھیج دے۔(بخاری و مسلم)

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک بار خواب میں ایک کالی کلوٹی، پراگندہ بال والی عورت کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے نکل کر مہیعہ میں چلی گئی، پھر آپ نے اس کی تعبیر یہ دی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ کی طرف منتقل ہو جائے گی یعنی جحفہ کی طرف (بخاری)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں پر غالب آتی ہے، لوگوں نے اسے یثرب کہا وہ دراصل مدینہ ہی ہے جو اپنے اندر سے برے لوگوں کو دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو میل سے دور کر دیتی ہے۔(بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔(مسلم)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک مدینہ اپنے شریروں کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔(مسلم)

آپ ﷺ نے مدینہ کے بارے پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "مدینہ میں دجّال اور طاعون داخل نہ ہو گا۔(بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دجّال ہر شہر کو روندے گا مگر مکّہ اور مدینہ کو نہیں روند سکے گا، ان کے راستوں اور دروازوں پر صف بستہ فرشتے ہوں گے جو نگہبانی کا فریضہ انجام دیں گے، دجّال مدینہ کے باہر اُترے گا تو زمین پر ایک شور ہو گا، مدینہ اپنے باشندوں سمیت تین بار حرکت میں آئے گا، مدینہ سے ہر وہ شخص نکل جائے گا جو کافر اور منافق ہو گا اور وہ دجّال سے جا کر مل جائے گا۔(بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ سے فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(بخاری)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھے اسے چاہیے کہ مدینہ میں مرے، جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی)

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک دعاء کی اور فرمایا: "اے اللہ! جو برکت تو نے مکّہ کو دی ہے مدینہ کو اس سے دگنی برکت دے۔ (بخاری)

مسجد نبوی شریف

شہر مدینہ کا حسن و جمال اللہ اللہ، شہر مدینہ کی دلکشی اور دلربائی اللہ اللہ، اس مبارک شہر کی جاذبیت سبحان اللہ، ہر سُو جمال ہی جمال ہے، مگر مدینہ کے بیچ میں مسجد نبوی خوب صورت انگوٹھی میں کسی حسین و جمیل نگینے کی طرح ہے جس کا ظاہری نظارہ ہو یا اندرونی منظر، دیکھنے والے کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے، مسجد کے دیدار سے شرف یاب ہونے والا خوش نصیب اسے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔

رحمت للعالمین ﷺ نے کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر امر خداوندی سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر لی تھی، ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے چند روز قبا میں آرام و قیام کیا تھا، جہاں آپ ﷺ نے مسجد قبا تعمیر فرمائی تھی، پھر مدینہ شریف میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے، اسی مبارک مکان کے سامنے ایک میدان تھا، جو سہل اور سہیل نامی دو یتیم بچوں کی ملکیت میں تھا، اس میدان میں یا تو کھجوریں خشک کی جاتی تھیں یا پھر آپ ﷺ کی مدینہ شریف آمد سے پہلے مسلمان ہونے والے خوش نصیب نمازیں ادا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اسی جگہ مسجد تعمیر کی جائے، آپ ﷺ نے ان دو یتیموں کو طلب کیا، پھر ان سے یہ جگہ مسجد کے لیے خریدنے کی بات چلائی، ان خوش نصیب یتیم بچوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ ہم سے یہ میدان قیمت کے بغیر لے لیں، آپ ﷺ نے بلا معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔

ان یتیموں کا مقدر جاگ اٹھا، مسجد کی تعمیر کے لیے اس میدان کی قیمت دس دینار اندازہ کی گئی، آپ ﷺ نے ادائیگی کے لیے اپنے یار غار سیدّنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا، صدیق اکبرؓ

نے دس دینار سہل رضی اللہ عنہ اور سہیل رضی اللہ عنہ کو ادا کر دیے، ادائیگی کے بعد اس میدان کو صاف کیا گیا، اسے ہموار کیا گیا، پھر مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

اس مبارک، مقدس، مطہّر اور پاکیزہ مسجد کی تعمیر میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی جانفشانی سے کام لیا، آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک کار تھے، کچی اینٹوں سے دیواریں اٹھادی گئیں، دروازے کے بازو پتھر سے تعمیر ہوئے، کھجور کے تنے ستون کے طور پر استعمال کیے گئے، جب دیواریں بلند ہو گئیں تو کھجور کے پتے اور شاخیں ڈال کر چھت تیار کی گئی، پھر اس چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا، تنے، شاخ اور گارے سے لیپی گئی یہ چھت کمزور تو بہر حال تھی ہی تھی، جب بارش ہوتی تو ٹپکنے بھی لگ جاتی تھی، اوپر لیپائی اور نیچے مٹی گارے کا فرش، بارش کے باعث چھت ٹپکتی تو مٹی کا فرش کیچڑ کا روپ اختیار کر لیتا تھا، کچی چھت سے مٹی گرتی اور نمازیوں کو بھی خاک آلود کر دیتی تھی۔

کچی اینٹ، کچے گارے، تنے، شاخ اور مٹی سے تعمیر شدہ اس مسجد کو قرآن نے یہ خطاب دیا کہ یہ مسجد تقویٰ کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہے، یہ مسجد عظمت ہائے اسلام کا مرکز ہے، چھت والے حصے کے علاوہ باقی صحن تھا، اس وقت اس کا طول اور عرض ستّر ضرب ساٹھ ہاتھ تھا، ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہوا تو مسجد کو وسعت دینے کی ضرورت پیش آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وسعت دی، اب مسجد نبوی شریف سو ضرب سو ہاتھ ہو گئی، جب پہلی بار مسجد بنی تو قبلہ بیت المقدس تھا، اسی لیے اس سمت کو چھوڑ کر باقی سمتوں کی دیواروں میں ایک ایک دروازہ رکھا گیا تھا، ایک دروازہ جنوب کی طرف، دوسرا مغرب کی جانب، تیسرا مشرق کی جانب جسے اب باب جبریل کہا جاتا ہے، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت اسی دروازے سے ہوتی تھی۔

سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھر جانے کا حکم دیا، اب جنوبی دروازہ بند کر کے اس کے مقابل شمال میں دروازہ رکھا گیا، مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو مسجد کی بائیں جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے لیے حجروں کی بنیاد ڈالی، پہلے مرحلے میں دو حجرے بنائے، ایک حضرت عائشہؓ کے لیے جہاں آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، اور دوسرا حجرہ اس کے

ساتھ ہی شرقی جانب تعمیر کرایا، جس میں حضرت سودہ بنت زمعہؓ رہتی تھیں، یہ دو حجرے اس لیے تعمیر کرائے تھے کہ اس وقت آپ کے حرم محترم میں یہی دو بیویاں تھیں، پھر جوں جوں آپ ﷺ نے دوسری عورتوں سے عقد نکاح کیا تو ان کے لیے بھی حجرے تعمیر کیے، یہ حجرے کچھ محراب نبوی کے سامنے، کچھ مشرقی سمت باب النساء سے کچھ فاصلے پر، کچھ شمال کی جانب باب الرحمت اور باب النساء کے بیچ میں بنائے گئے، مسجد کی مغربی سمت کسی بیوی کا حجرہ نہیں تھا۔

آپ ﷺ وصال فرما گئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خلیفہ اوّل بنا دیئے گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے، مسجد نبوی جوں کی توں رہی، کسی نوع کی تبدیلی نہ آئی، البتہ مسجد نبوی کے جو ستون پرانے ہو کر گر گئے تھے ان کی جگہ کھجور ہی کے تنے بطور ستون رکھے گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سانحہ ارتحال کے بعد آپ ﷺ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں قبلہ کی جانب، مغربی اور شمالی سمت کی طرف اضافہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چھ دروازے رکھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سانحہ شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ سریر آرائے مسند ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافہ کردہ حصّوں پر ہی آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اضافہ کیا، مسجد نبوی شریف نئے سرے سے تعمیر کرائی، نئی تعمیر میں دس ماہ کا عرصہ لگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر شہید کر دیا گیا، ان کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چوتھے خلیفہ بنائے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شورشوں نے پہلے سے زیادہ سر اٹھالیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا، جس کے باعث مسجد نبوی کی تعمیر و اضافے کا کام ان کے دور میں نہ ہو سکا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد مہدی عباسی کے زمانے میں مسجد نبوی کا کام خوب ہوا، مہدی عباسی کی تعمیر کے بعد مسجد نبوی میں ۲۴ دروازے رکھے گئے تھے، ان میں کچھ دروازے چھوٹے تھے اور کچھ بڑے تھے، بعد میں حکمرانوں نے کمی بیشی کے ساتھ تعمیراتی کام کروایا،

تاہم اتنے زیادہ دروازوں کی بجائے صرف چار دروازے باب السلام، باب الرحمۃ، باب جبریل اور باب النساء باقی رہنے دیئے گئے۔

پرانی مسجد نبوی پر آخری شاندار کام ترکی حکمران سلطان عبدالمجید عثمانی نے کروایا، عثمانی کی تعمیر کا حسن و جمال اسی سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ اس تعمیر پر بارہ سال کا طویل عرصہ لگا، باب المجیدی اسی عظیم حکمران کی عظیم یادگار کے طور پر اب بھی دیکھا جاسکتا ہے، اب پہلے چار دروازوں کے ساتھ پانچویں دروازے کا اضافہ ہو گیا۔

مجیدی تعمیر کے بعد مملکت سعودی عرب کے حکمرانوں نے مسجد کی تعمیر میں بہت دلچسپی سے کام لیا، مجیدی تعمیر کو برقرار رکھتے ہوئے مسجد نبوی شریف کو توسیع دی، مجیدی تعمیر اپنی جگہ پہ بے مثال ہے اور سعودی حکمرانوں کی تعمیر اپنی جگہ بے مثال ہے، مسجد کے صحن اور دونوں اطراف کے برآمدوں میں اضافہ کیا گیا، سعودی حکومت کی تعمیر سے پہلے مسجد نبوی شریف کا تعمیر شدہ رقبہ دس ہزار تین سو تین مربع میٹر تھا، سعودی حکومت نے چھ ہزار مربع میٹر مزید اضافہ کیا، یوں پہلے اور بعد والے رقبے کو ملا کر اب سولہ ہزار تین سو ستائیس مربع میٹر ہو گیا ہے، مسجد نبوی کی سعودی تعمیر دیکھنے والا مسلمان اندازہ کر سکتا ہے کہ سعودی حکمرانوں نے کس قدر کمال اخلاص اور محبت سے سرمایہ لگایا اور مسجد نبوی کو شاندار بنایا، ہمیں مدینہ شریف میں کام کرنے والے احباب نے بتایا کہ اب مزید توسیع کے لیے مسجد کی عقبی سمت پہ موجود بڑے بڑے ہوٹلوں کو گرانے کا حکم آچکا ہے، آئندہ چند سالوں تک مسجد نبوی پہلے سے کہیں زیادہ وسیع و عریض ہو جائے گی۔

مسجد نبوی کے دروازے

باب مجیدی سمیت پہلے پانچ دروازے تھے، سعودی حکومت نے مزید پانچ دروازوں کا اضافہ کیا، اب مشرقی سمت میں تین دروازے ہیں، ① باب جبرئیل، ② باب النساء، ③ باب العزیزیہ، شمالی سمت میں تین دروازے ہیں، ④ باب عثمانؓ، ⑤ باب المجیدی، ⑥ باب عمر بن الخطابؓ اور مغربی سمت میں چار دروازے ہیں ⑦ باب السعود ⑧ باب الرحمۃ، ⑨ باب الصدیقؓ، ⑩ باب السلام، ان تمام دروازوں کے کواڑ اتنے

خوبصورت ہیں کہ دیکھنے والا حیرت میں ڈوب جاتا ہے، عشاء کی نماز کے بعد ان دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے، تہجد کی نماز کے وقت انہیں کھول دیا جاتا ہے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے یہ سلسلہ جاری ہوا اور اب تک بدستور باقی ہے، رمضان شریف میں تھوڑی تبدیلی کر دی جاتی ہے۔

مسجد نبوی کے مینار

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور حکومت میں مسجد نبوی شریف کے ہر کونے پر مینار قائم کیا تھا، مسجد نبوی شریف کے پانچ مینارے ہیں۔ ① منارۂ رئیسیہ، یہ مینار جنوب مشرقی کونے پر ہے، ② منارۂ باب السلام، جنوب مغربی کونے پر قائم ہے۔ ③ منارۂ عثمانؓ، شمال مشرقی کونے پر قائم ہے۔ ④ منارۂ عمرؓ، یہ شمال مغربی کونے پر قائم ہے، ⑤ منارۂ باب الرحمۃ، یہ منارہ باب الرحمۃ پر ہے۔

مکبّریہ

منبر کے قریب آٹھ فٹ اونچا مکبریہ تعمیر کیا گیا ہے، جس کا حسن وجمال حیران کر دیتا ہے، اس کے نیچے آٹھ پائے ہیں، یہاں اس کے اوپر مکبرین کھڑے ہو کر تکبیر پڑھتے ہیں، اس پر پیتل کی ایک محراب ہے، جسے محراب بلالؓ کہا جاتا ہے۔

مسجد کا منبر

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو کھجور کے تنے کے ساتھ سہارا لگا لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنایا گیا، جس کی تین سیڑھیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے کا سہارا چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینا شروع کیا، تنے نے فرقت نبوی کے باعث غم زدہ ہو کر رونا شروع کر دیا، دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی طرح تنے کی روتے روتے ہچکی بند گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تنے کے رونے کی آواز سنی تو منبر سے اترے، اسے سینے سے لگایا، جس سے اسے سکون و قرار ملا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے منبر کے نیچے دفن کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس تنے کو اپنے سینے سے نہ لگاتا تو میری جدائی میں قیامت تک روتا رہتا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ حکومت میں اسی منبر سے خطبہ دیا جاتا رہا، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں یہ منبر بہت پرانا اور بوسیدہ ہو چکا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی جگہ نیا منبر بنوا کر رکھوایا، جس کی چھ سیڑھیاں تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو اس نئے منبر کے اوپر نصب کروادیا، اب نئے منبر کی سیڑھیاں نو ہو گئی تھیں، سلاطین و حکمران ساتویں سیڑھی پہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، ساتویں پہ اس لیے کھڑے ہوتے تھے کہ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی پہلی سیڑھی تھی، بعد میں جو حکمران آتا یہاں ایک نیا منبر بنوا کر رکھ دیتا تھا۔

آج کل جو منبر دکھائی دے رہا ہے یہ سلطان مراد خان ثالث نے ۹۹۸ ہجری میں بنوا کر رکھوایا تھا، اس منبر کی بارہ سیڑھیاں ہیں، اس کے اوپر ایک شاندار سا قبّہ بھی ہے، یہ منبر اسی جگہ پہ ہے جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہوا کرتا تھا۔

محراب

مسجد نبوی میں چند محرابیں ہیں، ان میں ایک محراب نبوی، دوسری محراب عثمانی، تیسری محراب سلیمانی، چوتی محراب تہجد، پانچویں محراب فاطمہ اور چھٹی محراب مشائخ حرم ہے۔

محراب نبوی

محراب نبوی ریاض الجنّہ میں منبر کی مشرقی جانب ہے، اس پر آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِی لکھی ہوئی ہے، اس کے نیچے محراب النبی اور صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے، محراب کی مغربی جانب ھٰذَا مُصَلّٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ" لکھا ہوا ہے۔

محراب عثمانی

قبلہ والی دیوار کے درمیان میں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مصلّٰی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں توسیع کی تو آپ رضی اللہ عنہ یہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔

محراب سلیمانی

یہ منبر اور محراب نبوی کی مغربی جانب ہے، اسے محراب حنفی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ

پہلے مسجد نبوی میں شافعی اور حنفی دو اماموں کے پیچھے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی جاتی تھی، حنفی امام اس محراب میں کھڑا ہوتا تھا، ۹۳۸ میں ترکی کے حکمران سلیمان عثمانی نے یہ محراب سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ سے تعمیر کرائی تھی۔

محراب تہجد

یہ محراب روضہ نبوی ﷺ کی شمالی جانب جالی سے ملی ہوئی ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ ﷺ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

محراب فاطمہؓ

یہ محراب محرابِ تہجد کے جنوب میں اس ستون میں بنی ہوئی ہے جو بیت بتول سے متصل ہے۔ اندر ہونے کے باعث زائرین اسے دیکھ نہیں سکتے۔

محراب مشائخ حرم

یہ محراب چبوترہ کی شمالی جانب ہے، اس جگہ پہ مسجد نبوی میں خدمت بجالانے والے ناظم بیٹھا کرتے تھے، بعد میں یہاں محراب بنادی گئی۔

ریاض الجنّہ کے ستون

ریاض الجنّہ کے آٹھ ستون ہیں، جن کو اسطوانات کہا جاتا ہے، پہلی قطار میں سرخ رنگ کے پتھر سے بنے چار ستون ہیں، جن پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔

اسطوانہ حنانہ

یہ ستون کھجور کے اس تنے کی جگہ پر ہے، جس کے پاس کھڑے ہو کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، منبر بن جانے کے بعد جب آپ ﷺ نے اس ستون سے سہارا لگانا چھوڑ دیا تھا تو یہ رویا تھا، اس کی جگہ اب پختہ ستون تعمیر کیا گیا ہے۔

اسطوانہ عائشہؓ

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں نماز

پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے، لوگوں کو یہ جگہ معلوم ہو جائے تو یہاں نماز پڑھنے کے لیے قرعہ اندازی سے کام لیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فضیلت سن کر شوق پیدا ہوا کہ اس جگہ کو معلوم کیا جائے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی کو علم نہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ جگہ بتلادی تھی، اس جگہ پہ اب ایک پختہ ستون ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب ہے۔

اسطوانۂ توبہ

غزوۂ تبوک میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی ہوگئی تھی، جس کے باعث انہوں نے اپنے کو اس ستون کے ساتھ باندھ دیا تھا، اور کہا تھا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں کھولیں گے بندھا رہوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے اللہ کی طرف سے حکم نہیں ملے گا، میں بھی نہیں کھولوں گا، پچاس روز تک ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اسی ستون کے ساتھ باندھے رکھا، پچاس روز بعد رب تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اس کے بعد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کھولا، یہ ستون روضہ مقدسہ میں منبر سے چوتھا اور قبر مطہرہ سے دوسرا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون سے ٹیک لگائی تھی اور اس کے قریب اعتکاف بھی کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں نوافل بھی پڑھتے تھے۔

اسطوانہ سریر

اس ستون کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے، رات کے وقت آرام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک یہاں بچھا دیا جاتا تھا، سریر عربی میں چارپائی کو کہا جاتا ہے، یہ ستون اسطوانہ توبہ سے مشرق کی طرف حجرہ شریفہ کی جالی سے ملا ہوا ہے۔

اسطوانۂ علی رضی اللہ عنہ

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر تشریف لے جاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نہ کوئی صحابی یہاں پہرہ دینے کی غرض سے آکر بیٹھ جاتا تھا، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا چونکہ اس مقام پہ پہرہ دینے کا معمول تھا، اس لیے یہ ستون انہی کی طرف منسوب ہے، اسے اسطوانہ حرس اور محرس بھی کہا جاتا ہے، یہ ستون اسطوانہ سریر کے پیچھے شمال کی طرف جالی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

اسطوانہ وفود

حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنے والے بیرونی وفود کا یہاں ا ستقبال کیا جاتا تھا، ضرورت مندوں کی ضروریات کو اسی مقام پہ پورا کیا جاتا تھا، حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہاں تشریف فرما ہوتے تھے، یہ ستون اسطوانہ علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے شمال کی طرف واقع ہے۔

اسطوانہ مربعۃ القبر

اسے اسطوانہ جبریل اور مقام جبریل بھی کہاجاتا ہے، حضرت جبریلؑ جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تشریف لاتے تھے تو اکثر اس مقام پر بیٹھے نظر آتے تھے۔

اسطوانہ تہجد

آپ ﷺ رات کے وقت نماز تہجد اس کی طرف پڑھتے تھے، یہ ستون بیت فاطمہ کے پیچھے ہے، قدیمی مسجد سے یہ جگہ باہر تھی، اب یہ ستون نہیں رہابلکہ یہاں ایک محراب ہے جسے محراب تہجد کہاجاتا ہے۔

ریاض الجنّہ

حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَابَينَ بَيتِي وَ مِنبَرِي رَوضَةٌ مِّن رِيَاضِ الجَنَّةِ (مسلم شریف) میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَابَينَ مِنبَرِي وَ بَيتِي رَوضَةٌ مِّن رِيَاضِ الجَنَّةِ (مسلم) یہ مستطیل شکل کی جگہ ہے، جس کی لمبائی مشرق کی جانب سے مغرب کی جانب تک ۲۲ میٹر ہے، اور اس کی چوڑائی ۱۵ میٹر ہے، یہ آپ ﷺ کی قبر اطہر اور منبر کے درمیان کی جگہ ہے۔

صفّہ

صفّہ عربی میں چبوترے کو کہا جاتا ہے، محراب تہجد کے شمال میں باب جبریل سے داخل ہونے والے کی دائیں طرف واقع ہے، یہ مسجد کی فرش سے تھوڑا بلند ہے، یہاں آپ ﷺ کے طالب علم بیٹھا کرتے تھے، یہاں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اصحاب صفّہ کہاجاتا ہے۔

جبل اُحد کے دامن میں

مسجد نبوی شریف سے ہم باہر نکلے، اللہ کی مہربانی سے ہمیں ایک بڑی ویگن مل گئی، جس کا ڈرائیور ایک بوڑھا عرب تھا، سفید لباس میں ملبوس تھا، سر پہ سفید رومال رکھے ہوئے شکل و صورت سے ایک شریف انسان دکھائی دے رہا تھا، قاری وسیم عباسی صاحب نے پیش قدمی کرتے ہوئے اس سے زیاراتِ مدینہ کے لیے کرایہ طے کیا، بوڑھے عرب نے مناسب رقم بتائی، تو ہم بسم اللہ پڑھ کر اس ائر کنڈیشنڈ ویگن میں بیٹھ گئے، اس دن مدینہ شریف میں سخت گرمی تھی، اے سی والی گاڑی میں بیٹھ کر ہمیں کچھ سکون محسوس ہوا۔

عرب ڈرائیور سے ہم نے بات کی کہ وہ مدینہ شریف میں موجود تمام زیارات پہ ہمیں لیجائے، چنانچہ وہ سب سے پہلے ہمیں جبل اُحد کی طرف لے گیا، جو تین میل کے فاصلے پر تھا، مدینہ شریف سے نظر بھی آتا ہے، یہ وہ پہاڑ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے، اس کی زیارت کرنا مستحب بتایا گیا ہے، حدیث کی کتابوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اُحد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ تبرک حاصل کرنے کے لیے وہاں کے درختوں میں سے کچھ کھالو، اگرچے کانٹے والا درخت ہی ہو، اس لیے وہاں کی چیزوں میں سے کچھ کھالینا مستحب ہے۔

ایک روایت کے مطابق: ''اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے'' ایک روایت کے مطابق ''اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے''۔

اسلامی کتابوں میں لکھا ہے کہ جبل احد، شہدائے احد اور مساجد احد کی زیارت کے لیے جمعرات کو مسجد نبوی میں فجر کی نماز پڑھ کر جایا جائے اور واپسی نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا کی جائے، بقیع غرقد کی زیارت جمعۃ المبارک کو کی جائے، مسجد قبا کی زیارت ہفتہ والے دن کی جائے، یہ افضل ہے، یہ فضائل اپنی جگہ پہ ہیں مگر ہم تو ایک ہی دن کے چند گھنٹوں میں تمام زیارات سے فارغ ہو گئے تھے، جہاں جہاں جس جس نماز کا وقت ہوا وہیں ادا کرلی۔

ڈرائیور نے ہمیں جبل احد کے دامن میں اتار دیا، جہاں ہم نے عمِّ رسول حضرت سید الشہداء امیر حمزہؓ رضی اللہ عنہ کے مقبرہ پہ حاضری دی، فاتحہ پڑھی، سلام پیش کیا، پاس ہی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی آرام فرماہیں ان پر بھی سلام عرض کیا، حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، حضرت صفیہؓ کے بیٹے ہیں، حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی تھے اور حضرت زینب بنت جحشؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔

ایک روایت کے مطابق یہ تینوں شہدا ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے تھے، سہل بن قیس رضی اللہ عنہ کی قبر بھی یہیں قریب ہے، ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن حسحاس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایمن رضی اللہ عنہ، حضرت خلّاد رضی اللہ عنہ، حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی قبور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقبرے سے پانچ سو گز کے فاصلے پر ہیں، ستّر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں شہید ہوئے تھے، ان میں سے صرف چار مہاجر تھے باقی سب انصار تھے، یہ سارے لوگ یہاں اُحد کے آس پاس مدفون ہیں، چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کے گرد لوہے کا جنگلہ لگا ہوا ہے، باقی کسی کے لیے کوئی نشان نہیں ہے۔

جبل رماة

جبل اُحد کے دامن میں ایک جبل رُماۃ ہے، رُماۃ رامی کے جمع ہے، جس کا معنٰی ہے تیر انداز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹے سے پہاڑی درّے پہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ اس کو نہ چھوڑیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت جب اس درّے کو چھوڑ دیا گیا تو کفّار نے ان پر حملہ کر دیا، جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں پہ لاشیں گرتی چلی گئیں، ستّر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا تھا، ان کی آنتوں کا ہار اور جسم کا مثلہ کر دیا گیا تھا، ان کا کلیجہ چبایا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کو اسی جبل رماۃ کے نیچے دفن کر دیا گیا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بطن وادی سے اٹھا کر اس جگہ دفنایا گیا جہاں وہ آج آرام فرماہیں۔

مسجد قبا: شہدائے اُحد پہ سلام عرض کرنے کے بعد ہم مسجد قبا پہنچے، جسے اسلام کی اولین مسجد ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جس کا سنگ اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، جس کی

بنیاد ازروئے قرآن تقویٰ پر رکھی گئی، جسے قرآن نے یہ اعزاز بخشا کہ یہ وہ مسجد ہے جو اس لائق ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لیے کھڑے ہوں، آپ ﷺ کو مسجد ضرار میں کھڑے ہونے سے روکا گیا تھا، جو منافقوں نے تعمیر کی تھی، جب کہ آپ ﷺ کو مسجد قبا میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔

آپ ﷺ ہفتے والے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پہ مسجد قبا جایا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد قبا میں نماز ادا کرنا عمرہ ادا کرنے کی طرح ہے۔ یہ حدیث مسجد قبا کی بیرونی دیوار پہ جلی حروف میں لکھی ہوئی زائرین کو دکھائی دیتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جس آدمی نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قبا میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کی طرح اجر ملے گا"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر مسجد قبا میں داخل ہوا اور چار رکعت نماز پڑھی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جو شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد قبا میں آکر اس نے نماز پڑھی تو اس کو عمرے کا ثواب ملے گا"۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں نماز ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان ارشادات اور ان بشارتوں کے مطابق حصّہ عطاء فرمائے۔

مسجد الجمعہ: اس مسجد کو مسجد الجمعہ، مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ بھی کہا جاتا ہے، مدینہ شریف میں یہ پہلی مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا، یہ وہ وقت تھا جب آپ ﷺ ہجرت کے زمانہ میں قبا سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔

مسجد الغمامہ: حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ مسجد نہیں تھی، بلکہ یہاں کُھلا میدان تھا، یہاں کھلے میدان میں آپ ﷺ عیدین کی نماز ادا کرتے تھے، ایک روایت کے مطابق جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے اور یہاں سے گزرتے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعاء کرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے دوسری صدی ہجری میں یہاں مسجد تعمیر کروائی تھی، پھر ہر دور میں اس کی اصلاح و مرمت ہوتی رہی، چودھویں صدی میں سلطان عبد الحمید ثانی عثمانی نے از سر نو تعمیر کروائی، یہ تعمیر تاہنوز موجود ہے۔

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: یہ مسجد، مسجد غمامہ کے قریب ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہاں عید کی نماز ادا فرمائی تھی، عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہاں مسجد تعمیر کروادی تھی۔

مسجد علیؓ: یہ مسجد بھی مسجد غمامہ کے قریب ہے، یہ مسجد بھی ایسی جگہ پہ بنی ہے جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، اب یہاں یہ مسجد ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی مقام پہ عید کی نماز پڑھائی تھی، اسی لیے یہ ان کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسجد بھی پہلی بار حضرت عمر بن عبد العزیز نے تعمیر کروائی تھی۔

پانچ مسجدیں: غزوہ خندق جس مقام پہ ہوا اس کے آس پاس پانچ مساجد ہیں، ان میں ایک مسجد الفتح ہے، جو جبل سلع کے مغربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دوران یہاں نماز ادا کی تھی، پیر، منگل اور بدھ تین دن لگاتار اسی مقام پہ فتح و نصرت کی دعاء بھی کرتے رہے تھے، بدھ والے روز آپ کی دعاء دو نمازوں کے درمیان قبول ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے تھے، آندھی، طوفان نے دشمن کے حوصلے پست کر دیئے تھے، دشمن کو پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی، اسی عظیم فتح کی یادگار کے طور پر یہاں مسجد الفتح تعمیر کر دی گئی، اسے مسجد احزاب، اور مسجد الاعلیٰ بھی کہا جاتا ہے، یہ مسجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ہی تعمیر ہو گئی تھی۔

اس کے علاوہ کچھ فاصلے پہ مسجد سلمان الفارسیؓ، مسجد علیؓ، مسجد ابو بکر صدیقؓ موجود ہے، پانچویں مسجد بھی موجود ہے جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ غزوۂ خندق کے دوران کھودی جانے والی خندق کی نشانی موجود ہے مگر اب یہ خندق مٹی وغیرہ سے بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مسجد قبلتین: یہ مسجد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے دو قبلوں والی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پتھروں، کھجور کی شاخوں اور پتوں وغیرہ سے بنائی گئی تھی، اب تو انتہائی شاندار اور دلکش مسجد دکھائی دیتی ہے، اس مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہوا، واقعہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ام بشر بن براء کے پاس گئے، اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا، اسی دوران ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ

ظہر کی نماز ادا فرمائی، جب آپ ﷺ دو رکعت ادا کر چکے تو حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو اشارہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، آپ ﷺ نماز ہی میں خانہ کعبہ کی طرف گھوم گئے، آپ ﷺ کے مقتدی بھی آپ ﷺ کی اتباع میں گھوم گئے، کہ عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ پہ آ گئے، اس وجہ سے مسجد بن سلمہ کا نام مسجد القبلتین ہو گیا، چنانچہ آپ ﷺ نے ظہر کی چار رکعتوں میں سے دو بیت اللہ کی طرف اور دو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کیں، اب اس مسجد میں اس طرح کے نشانات موجود ہیں جو بتاتے ہیں کہ پہلے مسلمانوں کا قبلہ کس طرف تھا اور اب کدھر ہے؟

چند دوسری مساجد: اے کاش! ہمیں کوئی ایسا رہبر مل جاتا جو ہمیں مسجد الفضیح دکھاتا، جو انڈیلی جانے والی شراب کی جگہ پہ تعمیر کی گئی تھی، یہاں ابو ایّوب انصاری رضی اللہ عنہ انصار کی ایک جماعت کے ہمراہ شراب نوشی میں مصروف تھے، اسی دوران شراب حرام قرار دی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے تھے۔ ''فضیح'' کھجور کی شراب کو کہا جاتا ہے، اس جگہ پہ بعد میں مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام فضیح رکھا گیا۔

''مسجد سُقیا'' باب عنبریہ کے قریب ریلوے اسٹیشن کی چار دیواری کے اندر جنوب مشرق کی طرف بیئر سُقیا کے قریب واقع ہے، غزوۂ بدر کی طرف جاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اس مسجد کی جگہ نماز پڑھی اور دعاء فرمائی تھی کہ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے برکت کی دعاء کی تھی اور میں اہل مدینہ کے لیے دعاء کرتا ہوں ان کے مُد اور صاع میں برکت عطاء فرما، اسی مقام پہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مدینہ بھی مکہ کی طرح حرم ہے، اسی یادگار کے طور پر مسجد تعمیر کی گئی تھی مگر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کا نام ونشان تک ختم ہو گیا، کتنی غفلت اور کوتاہی ہے؟

مسجد ذباب، مسجد بنی حرام، مسجد بنی ظفر یا مسجد البغلہ، مسجد الاجابہ، مسجد سجدہ، مسجد اُبی، مسجد فاطمہؓ، مسجد بنی قریظہ، مسجد امّ ابراہیم بھی مدینہ کے آس پاس موجود ہیں، مسجد ذباب ایک کالے پہاڑ پر ہے، جہاں غزوہ خندق کے روز حضور ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا تھا، مسجد بنی حرام جبل سلع کی گھاٹی میں دائیں طرف ہے، مسجد بنی ظفر جسے مسجد البغلہ بھی کہا جاتا ہے مدینہ

کی شرقی جانب بقیع شریف کے مشرق میں حرۂ واقم کے کنارے ایک چٹان پر واقع ہے، مسجد الاجابہ میں آپ ﷺ نے مدینہ کے عوالی سے تشریف لاتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کی تھی، آپ ﷺ کے ہمراہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ادا کی تھی، مسجد سجدہ میں آپ ﷺ نے طویل سجدہ کیا تھا۔

مسجد بقیع : بقیع قبرستان کے بیرون میں ہے، مسجد فاطمہ بقیع میں ہے، مسجد بنی قریظہ مسجد فضیح سے کچھ فاصلے پر ہے۔

مسجد امّ ابراہیم : آپ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہ کی طرف منسوب ہے۔

مدینہ منورہ کے کنویں

ہمارا مدینے والا ڈرائیور اپنی دانست کے مطابق ان کنوؤں پر بھی ہمیں لے گیا جو قُرونِ اُولیٰ کے زمانے کے تھے، آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو انہی سے پانی نوش فرماتے تھے، ان میں سے بعض کنویں شیریں پانی والے تھے اور بعض ذرا کھارے پانی والے تھے، آپ ﷺ کے زمانے میں بھی لوگ انہی کنوؤں سے پانی حاصل کرتے تھے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی انہی سے پانی حاصل کرتے تھے، آپ ﷺ نے جن کنوؤں سے پانی نوش کیا یا ان میں اپنا لعاب دہن ڈالا وہ آج تک موجود ہیں، ان سے تبرکاً پانی پینا چاہیے مگر شومئ قسمت کہ سعودی حکومت کے ہاں متبرک چیزوں سے تبرک حاصل کرنا شرک کے زمرے میں آتا ہے، اسی لیے ان کنوؤں کے آگے باڑھ لگا رکھی ہے۔

تاریخی کتب میں ان کنوؤں کی تعداد سترہ سے بیس تک بتائی گئی ہے، مگر ان میں چند ایک زیادہ شہرت رکھتے ہیں، ان میں ① بیرٔ اریس ② بیرٔ غرس ③ بیرٔ رومہ ④ بیرٔ حاء ⑤ بیرٔ بضاعہ ⑥ بیرٔ بُصّہ ⑦ بیرَ العہن، شامل ہیں، ان کو آبارِ سبعہ کہا جاتا ہے۔

بیرٔ اریس

یہ کنواں مسجد قبا کی مغربی سمت میں دو سو گز کے فاصلے پر ہے، یہ اریس نامی ایک یہودی کا کنواں تھا، اس کو بیرٔ خاتم بھی کہا جاتا ہے، خاتم عربی میں انگوٹھی کو کہا جاتا ہے، یہ کنواں

آپ ﷺ کی انگھوٹھی جسے مہر نبوت کہا جاتا ہے کی طرف منسوب ہے، اس انگوٹھی پر محمد رسول اللہ (ﷺ) لکھا ہوا تھا، اسے آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کو چھ سال ہو چکے تو ایک دن بیئر اریس کی منڈیر پہ بیٹھے تھے کہ آپؓ اس انگوٹھی کو اچھالنے لگے کہ یہ انگوٹھی اس کنویں میں گر پڑی، تین دن تک غوطہ خور تلاش کرتے رہے اسی کنویں کا پانی بھی نکلوایا گیا مگر یہ مبارک انگوٹھی نہ مل سکی، اسی وقت سے اس کنویں کا نام بیئر خاتم پڑ گیا اور اسے ہی شہرت ملی۔

اسی کنویں میں آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا تھا، جس کے باعث اس کا پانی میٹھا ہو گیا تھا، اس سے پہلے اس قدر میٹھا نہیں تھا، آب زمزم کے فضائل کی طرح اس کا پانی بھی بھوک، پیاس اور بیماری حتّٰی کہ جس چیز کے لیے پیا جائے اس کے لیے شفا ہے، آپ ﷺ نے اس کنویں سے پانی پیا تھا، اسی کنویں کی منڈیر پر آپ ﷺ اپنی پنڈلیاں کھول کر بیٹھے تھے، اسی میں آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک لٹکائے تھے، اس دوران ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پہرہ داری کرتے تھے، اسی موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بیئر اریس پہ آئے، آپ ﷺ نے انہیں آنے کی اجازت دی، اور اسی موقع پر آپ ﷺ نے انہیں جنت کی خوش خبری دی تھی، ابو بکر رضی اللہ عنہ آکر آپ ﷺ کی دائیں طرف بیٹھے تھے، اسی مقام پر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی، اسی مقام پہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی، اسی مقام پہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آزمائش میں مبتلا ہونے کی پیش گوئی کی تھی، افسوس آج یہ کنواں بند کر دیا گیا ہے، زائرین اس کے تبرک سے محروم ہو گئے ہیں۔

بیئر غرس

یہ کنواں مسجد قبا کی شمالی جانب آدھے میل کے فاصلے پر ہے، موضع قربان میں بستان غرس میں واقع ہے، غرس جگہ کا نام ہے، اسی سے یہ کنواں منسوب ہے، یہ حضرت حیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا، آپ ﷺ نے اس کنویں کے پانی سے وضو فرمایا تھا، وضو کر کے جو پانی بچا تھا آپ ﷺ نے اسی میں ڈال دیا تھا، آپ ﷺ نے اس کنویں کا پانی پیا بھی تھا، ایک

دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آج رات (خواب) دیکھا کہ میں جنت کے کنوؤں میں سے کسی کنویں پر صبح کی ہے، پس آپ ﷺ نے بیئر غرس پر صبح کی، وضو کیا اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا۔

آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد مجھے بیئر غرس کے پانی سے غسل دیا جائے، آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کو اس کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا تھا، یہ متبرک کنواں آج بند پڑا ہے، اس کے قریب ایک باب ہے جسے حدیقۃ الغرس کہا جاتا ہے۔

بیئر رومہ

یہ کنواں مدینہ شریف میں مسجد قبلتین کی شمالی سمت میں وادیٔ عقیق کے کنارے کھلے میدان میں ہے، یہ کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، مسلمانوں کو ضرورت پڑی تو اس کا پانی خرید لیا تھا، آپ ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جو شخص بیئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کے لیے جنت میں چشمہ ہو گا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سن کر ایک یہودی کے پاس گئے، اسے آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرحلوں میں خریدا تھا، ''پہلے آدھا خرید کر وقف کر دیا تھا پھر باقی آدھا بھی خرید کر وقف کر دیا تھا، اس کنویں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ بہت زیادہ پانی والا تھا، اس کا پانی بہت صاف اور بہت میٹھا تھا، اس سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا، یہ کنواں اور اس کے ارد گرد کے کھیت مسجد نبوی کے اوقاف میں سے ہیں، وزارت زراعت اسے اُجرت پہ لے کر استعمال کرتی رہی ہے، مگر آج کل یہ بالکل خشک ہے، اس کے قریب ایک خستہ اور منہدم شدہ عمارت ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ یہودی کا دیر (یہودی عبادت گاہ) تھی، بیئر رومہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیئر عثمان بھی کہا جاتا ہے۔

بیئر حاء

آج کل اسے ''نوریہ'' کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے مکہ مکرمہ کے نوریین کی کسی عورت نے خرید کر فقرا اور مساکین پر وقف کر دیا تھا، بیئر حاء حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا باغ تھا، جس میں کنواں تھا، آپ رضی اللہ عنہ کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے، آپ کو اپنے مالوں میں بیئر حاء سب سے زیادہ محبوب تھا، یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا، آپ ﷺ

اکثر اوقات اس باغ میں تشریف لاتے تھے، اس کے درختوں کے سائے تلے آرام کرتے تھے، اس کنویں کا میٹھا پانی نوش کرتے تھے، لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (تم ہر گز کامل نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے) کے نزول کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اسے راہ خدا میں دینا چاہا، پھر آپ ﷺ کے مشورے سے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچازادوں میں تقسیم کر دیا تھا، مدینہ کے تمام کنوؤں کے برعکس یہ چوڑائی میں ہے، باقی گولائی میں ہیں۔

بیئر بُضاعہ

بُضاعہ باغ اور کنویں دونوں پر بولا جاتا ہے، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف واقع ہے، اس کنویں پر آپ ﷺ تشریف لایا کرتے تھے، اس سے آپ ﷺ وضوء کرتے اور بچا ہوا پانی لعاب ڈال کر واپس کنویں میں انڈیل دیتے تھے، آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بیمار شخص کو بیئر بُضاعہ کے پانی سے غسل دیا جاتا تھا جس سے اسے جلد شفامل جاتی تھی۔

حضرت اسماء بنت صدیقؓ کے مطابق جو شخص بیمار ہو جاتا تھا ہم اسے تین دن بیئر بُضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ تندرست ہو جاتا تھا، لوگ اس کنویں میں خون آلود کپڑے اور گندگی ڈال دیتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تک اس کے پانی کا مزہ، بُو یا رنگ نہ بدل جائے کوئی حرج نہیں ہے، اس کا پانی پاک ہے، چونکہ یہ کنواں بہت بڑا تھا اس لیے جاری پانی کے حکم میں تھا۔

بیئر بضاعہ بنی ساعدہ کی ملکیت تھا، سقیفہ انہی کا تھا، سقیفہ چبوترے کو کہا جاتا ہے، جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے خلافت کی بیعت کی تھی۔

بیئر بُصّہ

ایک دن حضرت نبی اکرم ﷺ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، ان سے بیری کے پتے لیے اور اپنا سر مبارک جا کر بیر بُصّہ پر دھویا تھا، سر کا دھوون، سر کے اکھڑے ہوئے بال اس کنویں میں ڈال دیئے تھے اور یہی وہ کنواں تھا جہاں پر آپ ﷺ نے غسل فرمایا

تھا، یہ کنواں بقیع غرقد کے قریب قبا کے اس راستہ کے بائیں طرف ہے جو کہ بقیع کی جانب سے مدینہ منورہ کے قلعہ کے نیچے سے جاتا ہے۔

بیر العہن

یہ کنواں عوالی مدینہ میں مسجد قبا کی مشرقی سمت مسجد شمس کے قریب باغ العہن میں ایک پتھر میں کھود کر بنایا گیا تھا، آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لائے اور وضو کر کے نماز ادا فرمائی، پہلے اس کا نام "العسیرہ" تھا، آپ ﷺ نے بدل کر "الیسیرہ" رکھ دیا تھا، اس کا پانی کھارا ہے۔

ان مشہور، ماثور اور متبرک سات کنوؤں کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں ان میں

(۸) بیر انا (۹) بیرٔ اعواف (۱۰) بیرٔ انس بن مالکؓ (۱۱) بیرٔ سقیا (۱۲) بیرٔ ابی ایوب انصاریؓ (۱۳) بیرٔ عروہ بن زبیرؓ (۱۴) بیرٔ ذروان (۱۵) بیرٔ ابی عضبہ (۱۶) بیرٔ اھاب (۱۷) بیرٔ جمل (۱۸) بیرٔ القویم (۱۹) بیرٔ صفیہ (۲۰) بیرٔ بویطہ (۲۱) بیرٔ فاطمہؓ شامل ہیں۔

شرح اللباب کے مطابق ذوالحلیفہ کے مقام پر بیر علی کے نام سے ایک کنواں مشہور ہے، اس کی نسبت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا غلطی ہے، یہ علی نام کا کوئی اور شخص تھا، یہ ماثور کنواں نہیں ہے۔

مدینہ شریف سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے راستہ میں چند مشہور کنویں ہیں، ان میں (۱) بیرٔ ماشی (۲) بیرٔ الاشہب (۳) بیرٔ حسانی (۴) بیرٔ روحاء (۵) بیرٔ غار (۶) بیرٔ شیخ (۷) بیرٔ مستورہ (۸) بیرٔ قضیمہ اور (۹) بیرٔ خلیص شامل ہیں۔

وہ کنویں، وہ مساجد یا وہ آثار جن کی نسبت آپ ﷺ کی طرف ہے ان کی زیارت کرنا مستحب ہے، احناف کی ایک جماعت، شوافع، موالک اور حنابلہ کے محدثین نے ان کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی آپ رضی اللہ عنہ بھی وہاں نماز پڑھتے تھے، جہاں آپ ﷺ پڑاؤ کرتے وہ بھی وہاں پڑاؤ کرتے، جہاں آپ ﷺ اترتے وہ بھی وہاں اترتے تھے۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی

چند روز مدینہ منورہ میں قیام اور یہاں کی برکات سمیٹنے کے بعد ہم نے ایک بار پھر بیت اللہ شریف کے دیدار کا عزم کیا، سہ پہر کے بعد ایک بڑی لگژری بس میں سوار ہوئے، سامان پہلے سے ہی تیار تھا، احرام ہمارے پاس شاپروں میں موجود تھے، دعائیں پڑھ کر اداس، رنجیدہ اور دکھی دل کے ساتھ مدینہ کی فضاؤں کو خیر آباد کہا، پھر ہماری سواری چل پڑی، کچھ فاصلے پہ رکی، جہاں پہلے سے بے شمار بسیں موجود تھیں، بسوں سے اترنے والے عام لباس میں تھے جب کہ بسوں پہ سوار ہونے والے دو سفید اَن سِلی چادریں اوڑھ کر سوار ہو رہے تھے۔

یہ مسجد ذوالحلیفہ تھی، جہاں غسل خانوں میں ہم نے غسل کیا، احرام باندھا، نوافل ادا کیے، فرض نماز ادا کی اور پھر سے انہی گاڑیوں میں بیٹھ گئے، راستے میں عرب کے میزبان کھڑے جگہ جگہ دکھائی دے رہے تھے، جن کے ارد گرد افطاری کا بہت زیادہ سامان ہوتا تھا، وہ ہر گزرنے والی بس کھڑی کرواتے اور اسے تمام مسافروں کے حساب سے افطاری کا سامان تھما دیتے تھے، ہم نے راستہ میں اسی بس میں اندازے سے افطاری کی، مغرب اور عشاء کی نماز راستے میں ادا کی، رمضان المبارک کے ابتدائی ایّام ہونے کے باعث رات تاریک تھی، مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد تک گاڑی سے باہر کا منظر نظر آتا رہا پھر رات چھا گئی، کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

رات کے ابتدائی حصّے میں ہی مکّہ پہنچ گئے، جہاں گاڑیوں کا حیرت انگیز ہجوم دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی، ہم نے اپنا سامان مسفلّہ کی ایک رہائش گاہ میں رکھا، پھر بیت اللہ کی طرف چل دیئے اور عمرہ ادا کیا۔

چند دن مزید مکہ شریف میں گزارے اور بوجھل دل کے ساتھ پاکستان واپسی ہوئی، اللہ تعالیٰ اس مبارک سفر کو قبول فرمائے۔ آمین بحرمت النبی الکریم،

۹ ستمبر ۲۰۰۹ء۔

★ختم شد★

آداب زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ

محمود الرشید حدوٹی

خطاکار سے خطاکار، سیاہ کار سے سیاہ کار، گناہوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ایک مسلمان جب آقا مدنی کریم ﷺ کا نام سنتا ہے تو ادب سے سر جھکا لیتا ہے، جب وہ اپنے آقا ﷺ کے روضہ پر انوار پر حاضری دیتا ہے تو اس کے تن بدن میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جاتی ہے، جب یہ سیاہ کار دنیا کے کسی گوشہ سے سُوئے مدینہ متوجہ ہوتا ہے تو اس کے جذبات کا عالم دیدنی ہوتا ہے، وہ فرطِ مسرت سے جھوم رہا ہوتا ہے، وہ اس پاک دھرتی کا تذکرہ کرتے ہی مچلنے لگتا ہے، ہم مطالعہ کے دوران زائرین مدینہ کے احوال سے آگاہی و شناسائی پاتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس بحرِ محبت میں سر تاپا غرقاب ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان زائرین حرم کے مبارک جذبات کی قدر کرنا چاہیے، اہل علم و عرفان نے ان کے لیے کچھ سوغات پیش کی ہیں، کہ جب زائر حرم نبوی قبر شریف کی زیارت کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کثرت سے صلاۃ وسلام پیش کرے، جن راہوں اور گزرگاہوں سے گزرے صلاۃ وسلام کی کثرت کرے۔

جب زائر حرم نبوی ﷺ کی نگاہ اس پاک دھرتی کے در و دیوار پر پڑے تو صلاۃ وسلام میں اضافہ کر دے، مدینہ کے نخلستانوں پر نگاہ پڑے تو بہت زیادہ صلاۃ وسلام پڑھے، مدینہ کے کنوؤں پر نگاہ پڑے پر صلاۃ وسلام پڑھے، جوں جوں مدینہ کی آبادیوں کے قریب ہوتا جائے صلاۃ وسلام بڑھاتا جائے۔

جب مدینہ منورہ کی پاکیزہ گلیاں دکھائی دیں تو اللہ سے دعا مانگے کہ اے پروردگار! مجھے اس زیارت سے دنیا و عقبیٰ میں نفع عطاء فرمائیے، دل و دماغ کے گوشے گوشے میں یہ خیال مچلتے رہیں کہ اس حرم کا تقدس کیا ہے؟ اس حرم کی پاکیزگی کا عالم کیا ہے؟ اس کے میدانوں، صحراؤں اور نخلستانوں کی قدر و منزلت کیا ہے؟ اس کی عمارتوں اور بلڈنگوں کی توقیر و عظمت کیا ہے؟ یہ وہ

پاک دیس ہے جس پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا رہا، یہاں جبریل تشریف لاتے رہے، یہاں رحمت دو عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جلوہ افروز رہے، یہاں کے ذرّے ذرّے نے دیدار مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا شرف پایا ہے۔

زائر حرم نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں یہ خیالات ہونے چاہییں کہ اس پاک دھرتی کی مٹی وہ عظیم مٹی ہے جو آقائے دوجہاں صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہے، یہاں سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب دین پھیلا ہے، یہاں سے سنت مصطفی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی مہک کے ہلے اٹھے ہیں اور عالمگیر بنے ہیں۔

زائر حرم نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قدم کشاں کشاں روضہ پر انوار کی طرف بڑھتے جائیں تو دل میں یہ خیالات اٹکھیلیاں کرتے رہیں کہ میں آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے روضہ اقدس پر صلاۃ و سلام پیش کروں گا تو آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بنفس نفیس میرے پڑھے ہوئے صلاۃ و سلام کو سنیں گے اور اس کا جواب بھی دیں گے، میرے آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنے روضہ اقدس میں زندہ ہیں۔

اے مشتاق حرم نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ذرا خیال کر کہ تو کس عظیم مقام پر حاضری کے لیے آگے بڑھ رہا ہے، تمام آداب و توقیرات کو دل میں بسالے، اپنے اسلاف کی تاریخ کے جھروکوں میں ذرا جھانک لے وہ کیسے اس عظیم اور پاکیزہ مقام پر پلکوں کے بل چل کر آتے تھے۔

أَلَا أَيُّهَا الْغَادِي إِلَى يَثْرِبَ مَهْلًا ... لِتَحْمِلَ شَوقاً مَا أُطِيقُ لَهُ حِملًا
تَحمِلْ رَعَاكَ اللهُ مِنِّي تَحِيَّةً ... وَبَلِّغْ سَلَامِي رُوحَ مَنْ طَيبَةٌ حِلًّا
وَقِفْ عِنْدَ ذَاكَ الْقَبْرِ فِي الرَّوْضَةِ الَّتِي ... تَكُونُ عَلَى يمنى الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّى
وَقُمْ خَاضِعاً فِي مَهبَطِ الْوَحْيِ خَاشِعًا ... وَخَفِّضْ هُنَاكَ الصَّوْتَ وَاسمَعْ لِمَا يُتْلَى
وَنَادِ سَلَامَ اللهِ يَا قَبرَ أَحْمَدُ ... عَلَى جَسَدٍ لَّم يَبلِ فِيكَ وَلَنْ تُبلَى
تَرَانِي عِنْدَ قَبرِكَ قَائِماً ... يُنَادِيكُم عَبدٌ مَّالَهُ غَيْرَكُمْ مَولًى
وَتَسمَعُ عَنْ قُربٍ صَلَاتِي مِثْلَمَا ... تُبَلَّغُ عَنْ بُعدٍ صَلَاةُ الَّذِي صَلَّى
أُنَادِيكَ يَا خَيرَ الْخَلَائِقِ وَالَّذِي ... بِهِ خَتَمَ اللهُ النَّبِيِّينَ وَالرُّسُلَا
نَبِيُّ الْهدَى لَولَاكَ لَم نَعْرِفِ الْهُدَى ... وَلَولَاكَ لَم نَعْرِفْ حَرَامًا وَلَا حِلًّا
وَلَولَاكَ لَا وَاللهِ مَا كَانَ كَائِنٌ ... وَلَم يَخلُقِ الرَّحْمَنُ جُزْءاً وَلَا كُلًّا

خبر دار! اے راہ یثرب کے مسافر ذرا آہستہ، تاکہ وہ شوق بھی لے چلے جسے اٹھانے کی میں طاقت نہیں رکھتا، اللہ تیری حفاظت کرے میرا اسلام بھی لے جا اور میرا اسلام اس روح پر پہنچا دے جو طیبہ میں اتری، بوقت سلام روضہ اقدس پر قبر کی دائیں جانب کھڑا ہونا جہاں نمازی نماز پڑھتے وقت کھڑے ہوتے ہیں، وحی اترنے کے مقام پر عاجزی وانکساری سے کھڑے ہونا، وہاں اپنی آواز وآہنگ کو آہستہ رکھنا، جو کچھ پڑھا جاتا ہے اسے سن، روضہ اقدس پر کھڑے ہو کر آواز دو کہ اے احمد ﷺ کی قبر تجھ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو، اس جسم پر سلامتی ہو جو نہ کبھی ختم ہوا ہے اور نہ کبھی ختم ہو گا، آپ مجھے اپنی قبر پر کھڑا دیکھ رہے ہیں، آپ کو ایک ایسا غلام پکار رہا ہے جس کا آپ کے سوا کوئی دوست نہیں ہے، آپ میرے صلاۃ وسلام کو قریب سے سنتے ہیں جیسے دور سے صلاۃ وسلام پڑھنے والے کا صلاۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے، اے ساری مخلوق سے بہترین وافضل، جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم فرمایا ہے میں آپ کو پکار رہا ہوں، آپ رشد وہدایت کے نبی ہیں، آپ نہ ہوتے تو ہم رشد وہدایت کو نہ پہچانتے، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم حرام وحلال کو نہ پہچانتے، بخدا! اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات ہستی معدوم ہوتی، آپ نہ ہوتے تو نہ جزء ہوتا اور نہ کل ہوتا۔

محبان رسول علماء کرام کہتے ہیں کہ جب حرم نبوی میں زائر قدم رنجہ ہو تو عشق ومستی میں ڈوب کر یوں عرض کناں ہو کہ "اے پروردگار! یہ تیرے حبیب ﷺ، تیرے رسول کریم ﷺ کا حرم ہے، اسے میرے لیے دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ بنادے، عذاب سے حفاظت کا سبب بنادے، برے حساب کتاب سے بچنے کا باعث بنادے، اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت بے پایاں کے دروازے وا کر دے، مجھے اپنے حبیب ﷺ کی زیارت سے وہ کچھ عطا کر دے جو تو نے اپنے اولیاء اور اپنے اطاعت گزاروں کو عطا فرمایا اور مجھے معافی کا پروانہ عطا فرمادے، مجھ پر اپنی رحمت کی چادر ڈال دے۔

کچھ دیوانے، پروانے اور مستانے ایسے ہوتے ہیں جب وہ اپنی سواریوں سے اتر کر قدم رسول اللہ ﷺ کی دھرتی پر رکھتے ہیں تو ان کی دیوانگی اور فرزانگی میں اضافہ ہو جاتا ہے، ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ جب مدینہ منورہ میں زیارت کے لیے تشریف لائے تو مدینہ کی عمارات

کو دیکھتے ہی برہنہ پا ہو گئے، گریہ وزاری کے عالم میں چلتے ہوئے گویا ہوئے

وَلما رَأینَا من لم یدع لنا ... فؤاداً لعرفان الرسوم وَلَا لبّی

نزلنَا عَن الأکوار نمشی کَرَامَة ... لمن بَان عَنهُ أَن نلمّ بِهِ رکبا

مدینہ منورہ میں داخلے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ زائر غسل کرے یا کم از کم وضو کر لے، جیسے مکہ مکرمہ میں داخلے کے وقت وضو کا اہتمام کیا جاتا ہے، وہاں تو داخلے کے وقت دو اَن سلی چادروں میں ملبوس ہوتا ہے، یہاں زائر روضہ رسول اللہ ﷺ کو چاہیے کہ وہ نظیف وصاف ستھرا لباس زیب تن کرے، اگر نیا لباس موجود ہے تو اسے پہن لینا افضل ہے، خوشبو لگانا بھی افضل ہے، پھر مدینہ شریف میں یوں کہتے ہوئے داخل ہو جائے

بِسمِ اللهِ رَبِّ أَدخِلنِی مُدْخَلَ صِدقٍ وَّأَخرِجنِی مُخرَجَ صِدقٍ وَّاجعَل لِی مِن لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا، اللہ کے نام کے ساتھ، اے میرے رب مجھے سچائی کے ساتھ داخل فرما، سچائی کے ساتھ یہاں سے نکال، میرے لیے اپنی طرف سے حمایتی اور مددگار بنا دے۔

اب مدینہ منورہ میں ایک دیوانہ اور حب دار مصطفے ﷺ داخل ہو چکا ہے، انتہائی عجز وانکساری، تواضع، خشوع اور خضوع کے ساتھ ایک ایک قدم آگے بڑھے، اس عظیم الشان حرم کی تعظیم دل ودماغ میں جاگزیں ہو، اس کی حرمت وعزت کا ہمہ وقت خیال رہے، کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھے، مسجد نبوی شریف کی طرف آگے بڑھے، اپنے قلب وجگر میں اس عظیم شرف وفضل والی دھرتی کی عظمت کو مستحضر رکھے، اس عظیم ہستی کی عظمت، رفعت، جلالت، بزرگی اور مرتبے ومقام کو ذہن میں لائے جس کے دم قدم سے اس دھرتی کو عظمت ورفعت شان ملی ہے۔

زائر حرم نبوی ﷺ کے دل ودماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں یہ خیالات راسخ ہونا چاہییں کہ یہ مقام بلند ورفیع نزول وحی الٰہی کا مقام ہے، یہ آقائے نامدار، تاجدار مدینہ ﷺ کی جائے ہجرت ہے، یہ احکاماتِ اسلام کا سرچشمہ ہے، یہ ایمان وایقان کا منبع ہے، قلب زائر ہیبت ورعب سے بھرپور ہونا ضروری ہے، یوں محسوس ہو کہ آقا ﷺ اسے دیکھ رہے ہیں۔

زائر حرم نبوی انتہائی سکینہ اور وقار کے ساتھ اس طرح یہاں قدم اٹھائے اور بڑھائے

جس طرح خود رحمت کائنات ﷺ چلتے اورآگے بڑھتے تھے، امام مالک رحمہ اللہ جیسا عظیم انسان جب اس دھرتی پر قدم رنجہ ہوتے تھے تو سواری سے نیچے اتر آتے تھے، وہ اس بات سے شرماتے اور حیا کرتے تھے کہ رحمت کائنات ﷺ کے قدم مبارک جہاں لگے تھے کہیں امام مالک کی سواری کے قدم ان مقامات پر نہ لگیں۔

مسجد کے دروازے سے داخل ہوتے وقت باب جبریل کی راہ اختیار کرے، اپنادائیاں پاؤں داخل ہوتے وقت اندر رکھے اور باہر نکلتے وقت بائیاں پاؤں باہر رکھے، یہاں بھی داخلے کے وقت عجز وانکساری، تواضع وخشوع کا پیکر بن جائے، رب کی حمد وثناء میں رطب اللسان ہو جس نے اس مقام رفیع وشامخ تک پہنچایاہے، کلمات تشکر زبان پر رقصاں ہوں۔

اہل علم وعرفاں کہتے ہیں کہ یہاں سے دخول کے وقت روضہ اقدس پر حاضری کاارادہ کرے، جو منبر اور قبر کے درمیان کی جگہ ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ کی جائے نماز پر تحیۃ المسجد ادا کرے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تحیۃ المسجد کے بعد سجدہ شکر بجالائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس عظیم الشان مقام تک پہنچایا ہے، فرض نماز نہیں پڑھی تو فرض نمازاداکرے، ایسا کرنے والے کے لیے تحیۃ المسجد کی جگہ یہی نماز کافی ہو جائے گی۔

دوگانہ کی ادائیگی کے بعد قبر اطہر کی طرف اٹھے اور چلے، اپناچہرہ روضہ اقدس کی طرف کرے جب کہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہو، شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دیوار سے تین ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو، زمین کی طرف دیکھ رہاہو، ہیبت وتعظیم کی وجہ سے نگاہیں زمین میں مرکوز ہوں جتنااور جس قدر بھی اللہ تعالیٰ سعادت سے سرفراز فرمائیں، بندہ خوب انہماک وتوغل سے صلاۃ وسلام پڑھے، آواز پست رکھے، نگاہ جھکائے رکھے، آپ ﷺ کو سلام پیش کرنے کے بعد خلیفہ اول بلافصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے، مسند امام اعظم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ " سنت یہ ہے کہ قبر اطہر پر قبلہ کی جانب سے آیا جائے، پشت قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ قبر اطہر کی طرف ہو، پھر یوں سلام پیش کیا جائے

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه

حرم کی درودیوار کو چومنا، بوسہ دینا، زیادہ دیر تک وہاں کھڑے رہنا یہ سنت عمل نہیں ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور سے فرمایا تھا کہ اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایالَا تَرفعُوا أَصْوَاتكُم فَوقَ صَوت النَّبِي (الحجرات)

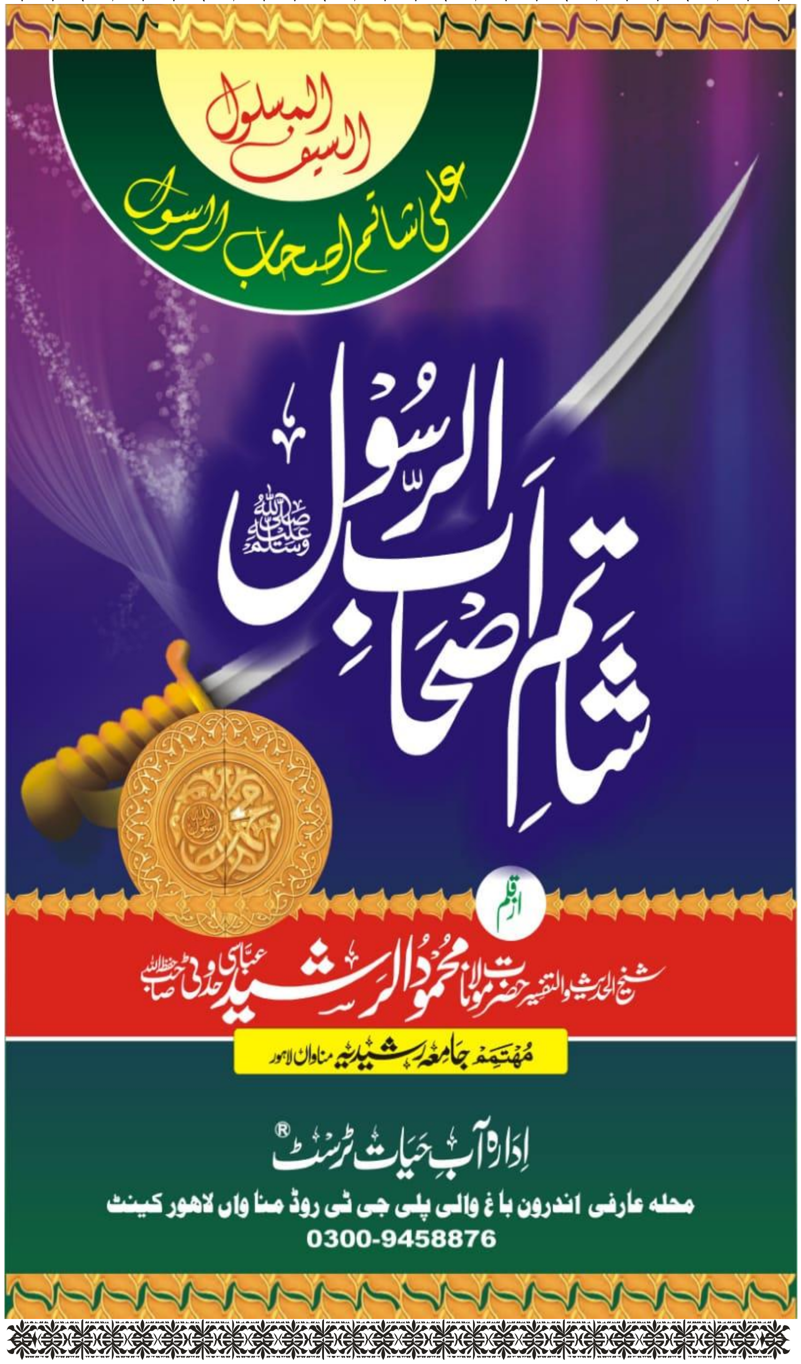
کچھ لوگوں کی اللہ نے تعریف کی جو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز پست رکھتے تھے

إن الَّذين يَغُضُّونَ أَصْوَاتهم عِنْدَ رَسُول الله

کچھ لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی جو نبی کریم ﷺ کو بلانے میں سُوئے ادبی سے کام لیتے تھے،إن الَّذين يُنَادُونَك من وَرَاء الحجرات

کیونکہ جس طرح آپ ﷺ اپنی حیات دنیویہ میں قابل احترام تھے، حیات برزخیہ میں بھی اسی طرح قابل احترام ہیں، یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنا سر ادب سے جھکالیا، پھر عرض کرنے لگا کہ اے ابوعبد اللہ! روبقبلہ ہو جاؤں یا روبروضہ رسول اللہ ہو جاؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ روبروضہ رسول اللہ ﷺ ہو جاؤ، جو آپ کے لیے اور آپ کے ابا آدم کے لیے وسیلہ ہیں، آپ حضور ﷺ کے روضہ کی طرف منہ کیجیے، حضور ﷺ سے شفاعت طلب کیجیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت تیرے حق میں قبول فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار اپنے گھر کا دیدار اور اپنے حبیب ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی توفیق عطا کرے، ہم حرمین شریفین کی زیارت سے سرشار و سرفراز ہوتے رہیں، ان مقامات پر مانگی جانے والی ہماری دعائیں شرف قبولیت پاتی رہیں، ان مقامات میں جن اہل اللہ نے امت محمدیہ کے لیے دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھائے ہیں اللہ ان کی اور جن کے حق میں انہوں نے دعائیں مانگی ہیں ان کی بھی قبول ہو جائیں۔ آمین یارب العالمین بحرمۃ النبی الکریم ﷺ


السیف المسلول
علی شاتم اصحاب الرسول
شاتم اصحاب الرسول ﷺ
از قلم
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ®
محلہ عارفی اندرون باغ والی پلی جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-9458876